مارچ ۲۰۱۹ء

Rs.30/-

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

حیاتِ نو

جریدہ

دہلی

مڈل ایسٹ میں ملازمت کے خواہش مند حضرات کے لیے

ایک قابل اعتماد ادارہ

الهند فارن سروس ایجنسی

- اگر آپ میڈیکل لائن سے متعلق ہیں
- اگر آپ کوئی ہنر جانتے ہیں
- اگر آپ صرف پڑھے لکھے ہیں اور آپ کے پاس کوئی ہنر نہیں ہے
- اگر آپ کا کسی ہوٹل انڈسٹری سے تعلق ہے
- اگر آپ عام لیبر یا مزدور ہیں

تو آپ اپنے پاسپورٹ کی کاپی، فوٹو اور بائیوڈاٹا ہمیں بھیج دیجئے......اور دیگر تفصیلات کے لیے ہماری اطلاع کا انتظار کیجئے۔

وكالة الهند للخدمات الأجنبية

AL-HIND FOREIGN SERVICE AGENCY

Registration No.: B-0376/DEL/PER/1000+/5/1263/1984

Head Off: No. 73, Main Road, Near SBI
Zakir Nagar, New Delhi-110 025 (India)
E-mail: info@al-hind.com

Ph : 0091 - 11 - 26983980, 26983981
0091 - 11 - 26988375 / 76
Fax : 0091 - 11 - 26983982

Web: www.al-hind.com

Branch Office: 38, G.F. Ashoka Shopping Complex, Near G.T. Hospital
L.T. Road, Mumbai - 400 001 (India)
Ph. : 0091-22-22652906 Fax: 0091 - 22 - 22652910

GREAT INDIA WELFARE FOUNDATION

گریٹ انڈیا ویلفیئر فاؤنڈیشن

ایک قومی سطح کی انتہائی متحرک وفعال اور تعلیمی میدان میں سرگرداں تنظیم ہے۔
ہمارا مقصد اقلیتوں میں تعلیم اطفال کو معیاری اور بامقصد بنانا ہے۔

فاؤنڈیشن کی سرگرمیاں:

- **گریٹ انڈیا نیشنل اکیڈمی** (جونیئر ہائی اسکول)
- **نیشنل پبلک لائبریری** • **بزم ادب**
- **گریٹ انڈیا ہیلتھ سینٹر** (زیر غور)

نور اللہ خان فلاحی
چیئرمین

Vill. Karmahwa, Kondra Grant, Distt. Sidharthnagr, U.P. 272207
M: +91 9971841635, 9911347395 | **E:** greatindiawelfare@gmail.com
www.greatindiawelfare.com

جامعة الصفة ورنگل

دیشائی پیٹ روڈ، ورنگل (تلنگانہ)

دعوت دین واقامت دین کیلئے ایک تعلیمی تحریک

الحمدللہ جامعۃ الصفہ ورنگل اپنے مقاصد کی تکمیل کا جہاں سولہواں سال مکمل کررہا ہے، وہیں پر تحریکی حلقوں میں بھی ایک معروف منفرد ادارے کی حیثیت حاصل کرچکا ہے۔ 2005 تا 2018 کے عرصے میں بفضلہٖ تعالیٰ 86 طلباء حفظ القرآن کی تکمیل کرچکے ہیں۔ جب کہ گذشتہ چھ برسوں میں 12 طلباء دستار فضیلت سے سرفراز ہوکر تحریک اسلامی کی سعی وجہد میں اپنا عملی کردار نبھا رہے ہیں۔

جامعہ کے شعبہ عالمیت میں چار سالہ اور فضیلت کا دوسالہ کورس رکھا گیا ہے، جس میں تشنگان علم وخادمان دین اپنے علم کی پیاس بجھا رہے ہیں تاکہ معاشرے میں وہ اپنا منصبی فریضہ ادا کرسکیں۔ کوشش کی جارہی ہے کہ فارغین جامعہ میں دین کی صحیح فکر، اقامت دین کی تڑپ، عصری علوم سے اتنی واقفیت، مہارت، بصیرت پیدا کی جائے کہ وہ زمانے کے ہر چیلنج کا مطلوبہ اسلوب میں مقابلہ کرسکیں۔ جامعہ میں اس وقت ریاست تلنگانہ وآندھراپردیش کے مختلف اضلاع کے علاوہ دیگر کچھ مقامات کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں اور تقریباً سارے ہی طلباء دارالاقامہ میں مقیم ہیں۔ ان کی رہائش، طعام وتعلیم کے اخراجات اہل خیر حضرات کے تعاون وسرپرستی میں مکمل کئے جاتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطائے فرمائے) طلباء کو انگریزی وعلاقائی زبان تلگو بھی پڑھائی جاتی ہے تاکہ وہ برادران وطن میں دعوت دین کا کام انجام دے سکیں۔ اس کے علاوہ جامعہ میں کمپیوٹر لیاب بھی موجود ہے۔ انشاءاللہ جامعہ کی دوسری منزل کی تعمیر اسی سال پیش نظر ہے۔ ادارے کا ماہانہ خرچ -/2,20,000 روپئے ہے۔ سالانہ اخراجات اور تعمیر کیلئے ادارہ دردمندان ملت کے بہی خواہاں تحریک سے دست تعاون کی امید بھی رکھتا ہے۔

نوٹ: کاکتیہ یونیورسٹی اور دیگر کالجوں میں اعلیٰ عصری علوم کے لئے شہر ورنگل آنے والے طلباء کی دینی واخلاقی تربیت اور بہتر رہائش کے علاوہ حصول تعلیم میں یکسوئی کے پیش نظر جامعۃ الصفہ کے ہاسٹل میں رہائش کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ چنانچہ جامعہ کے ہاسٹل میں پروفیشنل کورس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء مقیم ہیں۔ الحمدللہ اس کے اچھے اثرات مرتب ہورہے ہیں۔

تعاون کی شکلیں : شعبہ حفظ وعالمیت کے طلباء کی کفالت کیلئے سالانہ فی طالب علم -/20,000 ہزار روپئے ہے۔
اساتذہ وغیر تدریسی عملہ کی تنخواہوں کیلئے ماہانہ -/95,000 روپے اس کے علاوہ اور دیگر ضروریات۔۔۔۔۔

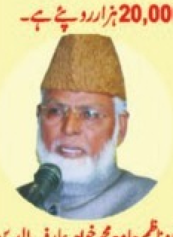

بانی وناظم جامعہ محمد خواجہ عارف الدین

پیغام عمل

طلباء کی ذہنی وفکری تربیت اور عملی جدوجہد کیلئے ناظم جامعہ جناب محمد خواجہ عارف الدین کی بعد نماز عشاء روزآنہ کی گئی فکری واصلاحی تقریروں کے مجموعے "پیغام عمل" (کتابی شکل) کو عام طور پر تحریکی حلقے میں کافی پسند کیا گیا ہے چنانچہ اب اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع کردیا گیا ہے۔ جامعۃ الصفہ کے علاوہ مکتبہ اسلامی سب ڈپو چھتہ بازار، حیدرآباد سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (قیمت -/150)

JAMIA-TUS-SUFFAH, H.No. 11-24-314, Deshaipet Road, Warangal. (T.S.) India
Phone : +91-870-2424576, Cell: +91-98490 04547,
A/c. No. 444351498, Indian Bank, Mandi Bazar, Warangal. IFSC : IDIB000W004

SUFFAH HIGH SCHOOL

27 YEARS

English Medium, Nursery to X Class

Mandi Bazar, Warangal 506002 (Telangana)

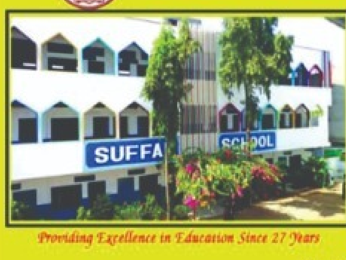

Providing Excellence in Education Since 27 Years

Suffah High School was established in the year 1991 and since 27 years providing excellence in school education. We provide the best infrastructure for the students to get modern education in an islamic environment. Preparing the students for their better future here and hereafter

Our Facilities

- Moral Education
- Play Way Learning
- Arabic Classes
- Digital Class
- Coputer Lab
- Science Lab

Mohd. Khaja Arifuddin
Founder & Chairman

Dr. Aziz Ahmed Ursi
Founder Sec & Correspondent

Contact us @ 91870-2424086, 9700054253 email: suffah.shs@gmail.com

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

جریدہ حیاتِ نو

مدیر مسئول: سید راشد حامدی **مدیر اعزازی:** ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی

جلد:۴، شمارہ:۳، مارچ ۲۰۱۹ء/جمادی الثانی۔رجب ۱۴۴۰ھ

مجلس ادارت

محمد اسماعیل فلاحی............نئی دہلی

زبیر ملک فلاحی............لکھنؤ

انیس احمد فلاحی............جامعۃ الفلاح

فی شمارہ:	اندرون ملک	۳۰/روپے
	بیرون ملک	۵/امریکی ڈالر
سالانہ زرتعاون:	اندرون ملک	۳۰۰/روپے
	بیرون ملک	۲۰/امریکی ڈالر
لائف ممبرشپ:	اندرون ملک	۵۰۰۰/روپے
	بیرون ملک	۳۰۰/امریکی ڈالر

- رجسٹرڈ ڈاک سے رسالہ منگانے کی صورت میں رجسٹری خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔
- مقالہ نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

Printed, Published & Owned by Sayyed Rashid Hamdi ,F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025. **Printed at**: Ala Printing Press, 3636, Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006. **Published at**:F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025. **Editor: Ziauddin Falahi**

نقوشِ حیات

اداریہ	ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی	۳
افادات جلیل احسن ندویؒ (۱۵)	ظفر احمد اثری	۶
عدل اجتماعی کی قرآنی بنیادیں	ابوالاعلی سید سبحانی	۱۴
طلاقِ ثلاثہ: ایک علمی وتحقیقی بحث (۳)	مفتی صباح الدین ملک فلاحی قاسمی	۲۷
تاریخ اسلام کی ایک جرأت مند خاتون	ڈاکٹر محمد افضل فلاحی	۴۱
حضرت ابو ہریرہؓ: اپنی روایات کی روشنی میں	ڈاکٹر عبد الحلیم فلاحی	۵۰
مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات	علی محی الدین قرہ داغی ترجمہ: ذکی الرحمٰن غازی مدنی	۵۷
بزمِ ادب	ضمیر اعظمی	۶۳
تعارف وتبصرہ	سراج احمد برکت اللہ فلاحی	۶۴
جامعہ کے لیل ونہار	مصباح الباری فلاحی	۷۰
اخبار انجمن	مصباح الباری فلاحی	۷۵

خط وکتابت وارسال زر کا پتہ

Zeeshan Apartment, F-9, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025

Email: jareedahayatenau@gmail.com

موبائل نمبر مدیر: +91-9927206518

بھارت میں دینی مدارس

اسلامی تہذیب کے دفاعی مورچے ہیں!

کون ومکاں کی معلوم تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک امت مسلمہ کے ثقافتی رویوں میں اِقدام کے مقابلہ میں دفاع کی روش زیادہ شادوآباد رہی ہے۔ایسا غالباً اس لئے ہوسکا کہ خیر کے مقابلہ میں شر کے اندر تاثیر کے عناصر زیادہ قوی اور متعدّی رہے ہیں اور بظاہر ایسا لگتا ہے کہ قیامت تک دفاع ،خیر وسعادت کی کوششوں کے ساتھ جب کہ اقدام ،فساد وطغیان کے اداروں کے ساتھ مل کر اپنی تاریخ رقم کرتے رہیں گے۔ البتہ ہمارا عقیدہ ہے کہ کارگاہِ امتحان میں دنیا کے خاتمہ سے قبل ’’ایک بار پھر‘‘ خیر وسعادت کے اقدامی ادارے ،فساد وطغیان پر غالب آ کر رہیں گے ۔اور علم ومعرفت اور اخلاق وحکمت کے خالق: دینی مدارس اپنا کردار ادا کرتے رہیں گے۔انشاء اللہ العزیز

خدائی امامت وخلافت کے امین: دینی مدارس نے اسلامی تہذیب وتمدن کے لیے دفاعی مورچہ بندی میں ہمیشہ کلیدی کردار ادا کیا ہے اور آج تک پوری دنیا میں فوز وفلاح اور سعادت وکامرانی کے ’’حقیقی تصورات‘‘ کی تبلیغ واشاعت اور تشکیل وتدوین میں سرگرم سفر ہیں۔ ہندوستان میں امت مسلمہ کی تہذیبی وتمدنی ضرورتوں کی پشتیبانی کے لیے لازمی وبنیادی عناصر کی تخلیق میں ان مدارس اور اسلامی درسگاہوں کا کردار تاریخ کا سنہرا باب ہے۔

اس تحریر میں مدرسی نصاب ونظام تعلیم پر غور وفکر کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے تا کہ دفاعی مورچہ بندی کے لیے بھارت کے اسلامی مدارس اور درسگاہیں فعال کردار

ادا کرسکیں۔اس گفتگو میں لفظ دفاع سے یہ گمان نہیں گزرنا چاہئے کہ خدانخواستہ اقدام کوئی مکروہ یا حرام فعل ہے۔ نہیں، بلکہ غلبہ اسلام کے لیے اقدامی آیات اور تشجیعی احادیث وارد ہوچکی ہیں ۔ اسلامی جنگوں اور مسلم تمدنی جلووں میں اقدامی پہلوؤں پر الگ سے گفتگو کی جاسکتی ہے ۔ بھارت کے سیاق میں بوجوہ مدارس کا کردار دفاعی ہی ہے۔ اقدامی کردار کی بحث اس تحریر کا مقصود نہیں ہے۔

عصر جدید کے معروف دانش ور ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی (پ۱۹۳۱) نے دینی مدارس کے مسائل اور تقاضوں کے ضمن میں بعض قابل غور پہلو ابھارے ہیں جن کے ذریعہ دفاع وتحفظ کی بعض عملی جہات پر روشنی پڑتی ہے ۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ کسی تعلیمی نظام کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ سولہ سال تک سکھانے پڑھانے کے باوجود بیس سال کے ایک نوجوان کو سند فراغت دیتے وقت اسے اس حال میں چھوڑے کہ وہ نانِ شبینہ کے لیے کسی خیراتی ادارے کا محتاج ہو۔ موجودہ سماج میں اپنی روزی وہی کما سکتا ہے جو دوسروں کی کوئی ایسی خدمت کر سکے جس کی ان کو طلب ہو یا ان کو کوئی ایسا سامان فراہم کر سکے جس کی ان کو ضرورت ہو۔ جو کسی کو کچھ دے سکتا ہے وہی اس سے اپنے ''دیئے کا'' معاوضہ طلب کرسکتا ہے ایسا ہی آدمی خود اعتمادی اور عزت نفس کے ساتھ سماج میں سر اونچا کر کے چل سکتا ہے''۔ موصوف گرامی مزید کہتے ہیں کہ دینی مدرسوں اور اعلیٰ دینی درسگاہوں کے نصاب تعلیم میں جدید علوم کا اضافہ مختلف وجوہ سے ضروری ہے اولاً اس لیے کہ بعض علوم سے کسی قدر آگہی انسانی زندگی کے لیے ناگزیر بن چکی ہے ۔ ثانیاً اس لیے کہ دینی تعلیمات کا روزمرہ زندگی میں تطبیق اور اس سلسلے میں عوام کی رہنمائی کے لیے بھی ان جدید علوم سے واقفیت ضروری ہے جن کا روزمرہ معاملات زندگی سے گہرا تعلق ہے اور ثالثاً اس لیے کہ جدید علوم وفنون سے یک گونہ آگہی کسب معاش کے لئے ناگزیر بن گئی ہے اور اپنی روزی کمانے کی قدرت حاصل کرنا ہر انسان کے لئے لازم ہے۔'' (دینی مدارس، مسائل اور حل۔ ص۱۱)

بنابریں یہ امید کی جاتی ہے کہ بھارت کے یہ دفاعی قلعے معاصر عہد میں طالب علم کو ''لسانِ قوم'' میں دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے تیار کرسکیں گے اور ''اختصاص'' کے

ذریعہ مدرسہ میں معلّمی کے علاوہ ''سینکڑوں اداروں'' میں ترجمہ وترجمانی، تحقیق وتالیف، فاصلاتی تعلیم اور انٹرنیٹ کے ذریعہ تدریس اورقوت کارکردگی کوروزی کا ذریعہ بناسکیں گے۔ نیز مشورہ دینے والے (Consultants) کی حیثیت سے علماء کو معاوضہ لے کر اپنی خدمات فراہم کرنے والا بناسکیں گے۔واضح رہے کہ دینی علوم ومعارف کی فراہمی پر معاوضہ لینا بے دینی اور غیر اخلاقی عمل نہیں ہے ۔قرنِ اول سے لے کر آج تک اس کی نظیریں موجود ہیں۔آخر میں ارباب مدارس کی خدمت میں اس شعر کے ذریعہ غور وفکر کی دعوت پیش کرتا ہوں۔

آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی
شعبہ اسلامک اسٹڈیز اے ایم یو، علی گڑھ
(۸؍رجب ۱۴۴۰/۱۶؍مارچ ۲۰۱۹ء)

افادات جلیل احسن ندویؒ (۱۵)

ظفر احمد الاثری، لندن

سورہ طٰہٰ

(آیت۱) **هذه سورة 'طه'** ۔اس سورہ کا نام ایک ہی ہے۔(آیت۲) آپ اس دنیا و آخرت میں نامراد ہو جائیں یہ مقصد آپ کا ہرگز نہیں۔ یہ سورہ شقاوت کے لیے نہیں آئی ہے۔ بلکہ یہ سورہ آپ پر اتری ہے کہ آپ سعادت سے ہمکنار ہوں۔شقاوت ایک منفی پہلو ہے، جس کے تحت بات کہی جارہی ہے۔ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ آپ پر جو قرآن اتارا گیا ہے وہ سعادت کے لیے ہے۔توحید آگئی، مؤمنین کو تسلی ہے توحید کی بات آئی اور سعادت کے لیے یہ قرآن آیا ہے۔(آیت۳)[**ما انزلنا**] یہ قرآن شقاوت کے لیے نہیں آیا ہے۔اب اس کے بعد یہ بات سامنے لائی جارہی ہے کہ ہم نے یاد دہانی اور تسلی دینے کے لیے اتارا، ان لوگوں کے لیے جس کے دل میں اللہ کا خوف ہے، جن کے دل میں خشیت الٰہی ہے۔صرف انہی کے لیے یاد دہانی ہے۔جس پر تم ایمان لائے ہو اس کے ذریعہ موحد بندوں کے لیے کامیابی ہوگی۔[**من یخشی**]مؤمنین۔[**الا تذکرۃ لمن یخشی**] الا منقطع کے لیے ہے، لکن کے معنی میں آیا ہے۔المفھوم الثانی: آپ کو پیغمبر اور رسول بنایا اس لیے آپ پر بڑی ذمہ داری ڈالی گئی ہے آپ پر قرآن کا اتارنا غم کے لیے نہیں ہوا ہے۔آپ غم نہ کریں، یہ اس لیے اتارا گیا ہے کہ آپ مؤمنین کو نصیحت کریں۔ان بدمعاشوں سے کڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (آیت۴)**تنزیلاً** اس ذات کی طرف سے جو آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے یعنی یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔اب اللہ تعالیٰ کی صفات بتلائے جارہے ہیں، جو آسمان کا خالق اور زمین کا

خالق ہے۔سعادت سے ہمکنار کرنے والا ہے۔(آیت۵) وہ رحمان ہے۔اس کی رحمت ہر وقت رہتی ہے، جوش مارتی ہے ، **هو الرحمان على العرش استوى** . یہ کتاب خالق الارض والسموات کی طرف سے آئی ہے تو جو اس کتاب کو پکڑے گا وہی کامیاب ہوگا۔اب قدرت کی ضرورت ہے تو کہا جارہا ہے کہ **استوى على العرش** ۔یعنی ماہر شہسوار کا اپنے گھوڑے پر بیٹھنا،اس طرح وہ انحراف نہیں کرسکتا، پورے قابو میں رہتا ہے۔ وہ پوری طرح اقتدار پر قابض ہے۔اس کے اقتدار میں کسی کی شرکت نہیں ہے۔عرش کہتے ہیں اقتدار کی محسوس چیز اور بادشاہی کی محسوس شئی۔

(آیت۶) **مملوک، مقهور، منقاد** ۔جو بھی شئی آسمان میں ہے اور جو بھی کچھ زمین میں ہے وہ تمام چیزیں اللہ کی مملوک ہیں۔اس لیے منقاد ہے۔[**ماتحت الثرى**] اس کے قبضے میں ساری چیزیں ہیں۔زمین کے نیچے خلاء ہے۔ یہ تمام چیزیں مملوک ہیں۔(آیت۶) اس کی قدرت کا حال۔اور استوی علی العرش کا حال ہے۔(آیت۷) [**ان تجهر بالقول كيف لا يعلم**] جب وہ سر کو جانتا ہے اور اخفی کو جانتا ہے تو جب کوئی مؤمن دعاء کرے گا تو وہ کیوں کر نہیں سنے گا۔اس کے علم کا حال ایسا ہو تو تم کو کیسے چھوڑ دے گا اس لیے اسی کے سامنے اپنا مشکل رکھو اسی کو پکڑو، وہ تمہاری مدد کرے گا۔[**اله**] الہ کا خالق ہونا ضروری ہے۔اور وہ تمام صفات جو اس سے پہلے بیان ہوئیں۔(آیت۸) یہ قرآن سعادت سے ہمکنار کرنے کے لیے آیا ہے مؤمنین کی تسلی لے لیے۔جب ایسا ہو تو اس سے چمٹ جاؤ۔**الله لا اله الا هو فاعبدوه و توكلوه، اسماء الحسنى خاصة له**، اسم صفت۔بہترین صفات اسی کے لیے ہیں اور کوئی ایسا نہیں ہے جس کے فعل میں خرابی نہ ہو۔اس لیے بہترین صفات اسی کے اندر ہیں ،اسی کے اندر الاسماء الحسنی کا مجموعہ ہے۔(آیت۹) اے مخاطب کیا تیرے پاس موسیٰ کی خبر نہیں آئی،اس کے ساتھ اور اس کے متبعین کے ساتھ کیا ہوا، پھر ان کے مقابل فرعون کے ساتھ کیا معاملہ ہوا،تم کو پتہ ہے۔(آیت۱۰)[**اذ**] مجمل بات کہی گئی ہے ،موسی سے [**اذ**]، بدل اشتمال ہے(عندالاستاذ) یا اذکر کا مفعول بہ ہے۔' او ' بمعنیٰ ''اور'' کے ہیں۔

(آیت۱۱) آگ کے پاس پہنچے تو آواز دی گئی۔[**على النار**] وہاں پر کچھ لوگ بیٹھے

ہوں گے اور ان سے راستہ کا پتہ معلوم کروں گا۔(آیت۱۲)[انـــا ربک] ’’انا‘‘فعل کے لیے آیا ہے۔ یہ تمہارے رب کی تجلیات ہیں اور انوار ہیں پس تم آگے بڑھو، اور جوتا اتار دو اس بقعہ مبارکہ میں، بیشک تم ایک ایسی وادی میں ہو جو مطہر ہے۔(الـــوادی) جو دو پہاڑوں کے درمیان خلاء ہوتا ہے اس کو وادی کہتے ہیں۔(آیت۱۲) بادشاہ کے دربار میں جارہے ہیں اس لیے جوتا اتارنا پڑا، ہم آپ جب کسی بڑے آدمی کے پاس جاتے ہیں اور اس کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں تو اپنے جوتے اتار کر اس بڑے آدمی کے پاس پہنچتے ہیں، اور یہ تو قدوس کی بارگاہ میں جارہے ہیں۔[طوی] الوادی سے بدل ہے۔(آیت۱۲)طُوِیَ، قُدِّسَ ، الـذی قـدس مرتین ۔جس کو بار بار پاک کیا گیا ہو۔ایک گروہ یہ کہتا ہے، لیکن زیادہ تر لوگ اس کو’’علم‘‘ تسلیم کرتے ہیں۔(آیت۱۳) اور تمہارے لیے رسالت کو منتخب کیا، تم بغور سنو۔ تمھیں جو ہدایتیں دی جارہی ہیں اس کو سنو، اور لوگوں کو سناؤ۔(آیت۱۴) ہدایات مل رہی ہیں کہ،قوم کے اندر جا کر کیا کرنا ہے۔[اله، یاله] اشتاق الیه، کسی پیاسے کا محبت سے لپکنا۔کسی سے بچکر گود میں پناہ لینا،اقبل الیـه حباً. فزع الیه.[اله] بمعنی مألوه، الذی یقبل الیه حبـــاً. خدا کے جتنے معنی ہیں تمام فاعلی معنی میں آتے ہیں۔امام فراہیؒ فرماتے ہیں الہ فاعلی معنی میں آیا ہے جو مفہوم یا معنی ودود یا رحمان کے لیتے ہیں وہی مفہوم الہ کے لیتے ہیں۔ (آیت۱۴)[فـاعبـدنی]وَحِّدْنِی ،عبادت کا لفظ توحید کے معنی میں مستعمل ہے۔اس کا مظہر نماز ہے۔(۱) اور اقامت صلوۃ، دنیا میں خدا کا بندہ بننے کے لیے توحید کا اختیار کرنا ضروری ہے۔نماز میں یہ تمام مفہوم شامل ہوتے ہیں۔(۲) نماز کو درست کرنا، تمام اندرونی و بیرونی جتنی شرائط ہیں انھیں پوری کرنا،(۳) وقت پر اذان دینا، وقت پر تکبیر، تعدیل ارکان، نماز میں تسویہ وغیرہ اس کے اجزاء ہیں اور نماز ٹھیک کرو،اس میں کسی قسم کا ٹھہراؤ نہ ہو۔[لذکری] یہ نماز مجھے ہر وقت یاد دلائے گی۔زندگی کے ہر میدان میں یاد قائم کرنے کے لیے نماز قائم کرو۔[اقـم الـصـلـوۃ لتذکرونی]عند الاستاذ ای لذکر ایا ی. (آیت۱۴) موسیؑ کو سب سے پہلی توحید کی دعوت دی تھی جس وقت انبیاءؑ دعوت وتبلیغ شروع کرتے ہیں ،سب سے پہلے نماز کو ٹھیک کرنے کے لیے کہتے ہیں۔(آیت ۱۵) آخرت آکے رہے گی۔[اکـــاد]

جب مثبت میں داخل ہوتا ہے تو مبالغہ کا مطلب ہوتا ہے۔ اور کلام عرب میں موجود ہے۔(آیت۱۵) **بما تسعی، فی ھذا العالم الغیب**. تا کہ ہر نفس کو آزمایا جاسکے۔

(آیت۱۶) **عنھا** سے مراد صلوۃ ہے۔اور[**ولا یؤمن بھا**] سے مراد **الآخرۃ** ہے۔

وہ سمجھتے تھے کہ پہلی عملی شکل نماز ہے اس لیے وہ اس سے روکتے تھے ،[**من لا یؤمن بھا**] **ای من لا یتبع**، یعنی جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہیں۔[**واتبع ھواہ**] اور وہ لوگ جنھوں نے محبت کی پیروی کی، یہودی وغیرہ۔[**اتبع ھواہ الدنیافتردی**] ورنہ تم ھلاک ہو جاؤ گے۔[**ان صدوک فتردی**] اگر انھوں نے روکا اور تم رک گئے تو تم ھلاک ہو جاؤ گے۔ یہ بنیادی دعوت ہے جو زندگی کی عمارت اٹھاتی ہے۔وہ بیان ہو رہا ہے کہ اپنے اصول میں سخت رہو ورنہ منکرین آخرت ضرور تمہیں پھیر دیں گے۔(آیت۱۷) **ای شیء ھذہ بیمینک**، **ما** کے ذریعہ سوال عن الماھیۃ ہوتا ہے۔اور سوال عن الصفات ہوتا ہے، **ربما یسئل عن ماھیۃ الشیء و عن اوصافہ** دونوں آتے ہیں۔پوچھا گیا ہے کہ لاٹھی کے کیا صفات ہیں اور اس دنیا میں کیا کیا کام لیا جاتا ہے۔(آیت۱۸) **اھش الاوراق علی غنمی**۔اس سے بکریوں کے لیے پتیوں کو جھاڑتا ہوں اور اس سے مختلف ضروریات پوری کرتا ہوں، دنیا میں لاٹھیاں یہی کام کرتی ہیں۔تمہاری لاٹھی بھی ایسی ہے۔(آیت۱۹) پھر اللہ کی جانب سے حکم ہوا کہ اسے زمین پر ڈال دو۔(آیت۲۰) لاٹھی ڈال دینے پر فوراً سانپ بن گئی۔

(آیت۲۱) اب موسی پیچھے ہٹے تو اللہ نے ان سے کہا اسے لے لو۔تمہاری لاٹھی دنیا کی لاٹھی سے مختلف ہے، یہ معجزہ ہے، یہ لوگوں کے لیے اتمام حجت کرنے کے لیے ہوگی۔ اور رسالت کی دلیل ہوگی۔(آیت۲۲) **ھذہ آیۃ اولی . فخذھا**۔ یہ پہلی نشانی ہے، اس کو آپ رکھ لیں۔ہاتھ اس طرح چمکے گا جس طرح سورج چمکتا ہے۔[**من غیر سوء**] بغیر کسی بیماری کے۔[**آیۃ اخری**] حال ہے.[**فخذھا**] **آیۃ اخری** (آیت۲۳) تا کہ ہم تم کو دکھائیں گے اپنی رحمت اور قدرت کی آیتیں اور بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں گے، مطلب یہ کہ ہم تم کو مصر بھیج رہے ہیں۔(آیت۲۴) جاؤ اور یہ نشانیاں تمہارے ساتھ ہیں۔اور فرعون سرکش ہو گیا ہے۔اور رب العالمین کے خلاف بغاوت کیے ہوئے ہے۔(آیت۲۵) **شرح صدر ضد ضیق صدر** . یہ کار نبوت ہے اور اس کام کو میرے سینے میں بھر دے تا کہ میں پورے جوش و

خروش اور انہماک کے ساتھ کام کر سکوں۔اور اس لیے بھی میں کسی لائم کی ملامت سے نہ ڈرو۔[لی]میرے لیے، میری خاطر، میری کمزوریوں پر نگاہ ڈالتے ہوئے مجھے یقین کی دولت سے معمور کر دے، کیونکہ یقین نہیں ہوگا تو کام نہ بن سکے گا۔اگر داعی کو یقین کا مادہ نہ تو کیسے دعوت کام کر سکے گا۔

(آیت۲۶)[یسر] "تیسیر" کے اصل معنی لغت میں نرمی اور فرمانبرداری کے ہیں۔ اسی سے" تیسیر " ہے جس کے معنی ہیں کسی شئی کو کسی مقصد کے لیے بالکل موزوں اور موافق اور سازگار بنا دینا۔مثلاً کہیں گے" یسر الفرس" اس کے معنی ہونگے گھوڑے کو زین، رکاب، اور لگام سے آراستہ کر کے سوری کے لیے بالکل تیار کرنا۔حماسہ میں ہے۔**قمت اليه باللجام ميسراً . هنالك يجزيني الذى كنت اصنع.** پس تیسیر کے معنی ہے کہ جس چیز سے جو کام لینا ہے اس کے حصول کے لئے اس قدر ساز گار اور مناسب بنا دیا جائے کہ وہ مقصد بہتر سے بہتر طور اور آسانی سے حاصل کیا جا سکے۔(آیت۲۷)[امری]ڈیوٹی یعنی اس امر کے لیے جتنے وسائل و ذرائع سب کو فراہم کر دے۔اور کار دعوت میں سب سے بڑی چیز خطابت ہے۔لھذا میری زبان کی رکاوٹ کو دور کر دے یہ بات واضح رہے کہ موسیٰ دس سال مدین میں رہے جس کی وجہ سے ان کی زبان میں رکاوٹ آگئی تھی۔(آیت۲۸)[یفقهوا] مضارع مجزوم ہے لیفقهوا کے معنی میں ہے تا کہ عوام میری بات کو سمجھ سکیں۔**ان حللت لساني يفقهوا قولي.** (آیت۲۹) اپنی کمزوری بیان کر رہے ہیں،[**من اهلي**]، میرے خاندان میں۔(آیت۳۰) ھارون کو نبی بنا دیجیے۔

(آیت۳۱) میری پیٹھ مضبوط کر۔(آیت۳۲) ہارون کو نبی بنائیے تا کہ ہم آپ کی تقدیس کر سکیں۔(آیت۳۴) آپ کا چرچہ کریں، اور یاد کریں۔ اور دوسروں کے سامنے بیان کریں(**نسحبک**)(آیت۳۵) آپ ہمارے حال سے واقف ہیں، ہماری ناتوانی کو دور کریں۔

(آیت۳۶) جو تم نے مانگا ہے سب دے دیا گیا یعنی ہم وہ تمام چیزیں آپ کو دیں گے۔[**سُؤلک**] **ما يسئل** ۔(آیت۳۷) اس سے پہلے بھی ہم احسان کر چکے ہیں۔(آیت۳۸) دوسرا احسان یہ ہے کہ ہم نے تیری ماں کو حکم دیا، یعنی ان کے پاس فرشتہ وحی

لیکر پہونچا، یا خواب میں ہدایت دی گئی ہو۔ (آیت ۳۹) ان مفسرہ ہے، سورہ قصص ۵ میں ہے۔ وحی یہ کی گئی کہ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ فرعونی فوج اس بچے کو لے جائیں گے تو تم ایک تابوت میں رکھ کر سمندر میں ڈال دو۔ اوراس بارے میں ذرا بھی اندیشہ نہ کرنا اوراس کے ساتھ میں ہوں اور اس کی نگرانی کریں گے۔ جب یہ تابوت ڈال دیا گیا تو وہ گہرے سمندر میں خدا کی نگرانی میں چلتا رہا۔ اور جہاں فرعون کا محل واقع تھا۔ وہ چودہ میل کے فاصلہ پر ہے جہاں سے تابوت ڈالا گیا، جب محل کے قریب پہونچا تو لہروں نے اسے محل کے قریب کردیا۔ اب اللہ کے ارادے پورے ہو رہے ہیں۔ اسرائیلی بچوں کو یہ مار دیتے تھے لیکن موسیٰؑ دشمن کے ہاتھوں پلے اور پرورش فرعون کے یہاں ہو۔[**عدو لی**] اس لئے کہ وہ سرکش ہے۔ اس لیے موسیٰؑ توحید کے علمبردار تھے۔ (آیت ۳۹) اب ڈر تھا کہ فرعون موسیٰؑ کو مار ڈالے لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اللہ نے ان پر محبت کی چادر ڈال دی۔ جب اس سے اللہ محبت کرے گا تو اس سے تمام ہی لوگ محبت کی چادر اڑھا دیں گے۔[**القیت علیک محبة**] محبت کا عکس ڈال دیا۔ (آیت ۳۹) **لیعطفک**، تاکہ تجھ سے محبت کی جائے اور تاکہ پرورش کی جائے اور نبوت کے لئے تیار کیا جائے۔[**علی عینی**] ہماری آنکھوں کے سامنے تیری تربیت ہوئی۔ (آیت ۴۰) جب تابوت دریائے نیل میں ڈال دیا گیا تو ان کی بہن تابوت کے پیچھے دیکھتے ہوئے بادشاہ کے محل تک پہنچ آئیں جب بچہ دریا سے باہر آیا اور محل پہنچا تو یہ مسئلہ کھڑا ہوا کہ ایا اس بچہ کو رہنے دیا جائے یا مار دیا جائے۔ چنانچہ فرعون کی بیوی بضد رہی کہ اس بچے کی پرورش کی جائے، اور ہمارا منہ بولا بیٹا ہوگا۔ اور ہماری کوئی اولاد بھی نہیں ہے۔ کچھ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ اس بچہ کو مار دیا جائے، لوگوں کو یہ شک ہوا کہ شاید اسرائیلی لڑکا ہو، لیکن یہاں تو کوئی اور ہی چیز ہونے جارہی تھی اور کوئی غیبی ہاتھ کام کر رہا تھا کہ موسیٰ دشمن کے گھر پلے بڑھے گا۔ جس تدبیر کی بنا پر یہ قانون نافذ تھا کہ تمام اسرائیلی بچوں کو مار ڈالا جائے لیکن وہ تدبیر اللہ کی تدبیر کے آگے دھری کی دھری رہ گئی۔ جب یہ بات طے ہوگئی کہ بچہ کو رکھا جائے تو دائیاں آنا شروع ہوگئیں، یکے بعد دیگرے تمام دائیوں نے دودہ پلانا شروع کیا لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا اس لیے موسیٰؑ نے کسی بھی دائی کے دودھ کو نہیں پکڑا، وہیں موسیٰؑ کی بہن کھڑی تھیں اور یہ

تماشہ دیکھ رہی تھیں وہ بول اٹھیں کہ میں ایک دائی کا پتہ بتاؤں جو اس کی کفالت کرے، **لعل هذا الولد یمس صدیھا** تو فوراًان کی بہن اپنے ماں کے پاس آئیں اور سارا حال سنایا اور وہ فوراً دربار شاہی میں پہنچ کر بچہ کو دودہ پلانا شروع کر دیا۔(آیت۴۰) اب دوسرا احسان بتلایا جا رہا ہے کہ موسیٰؑ نے ایک قبطی شخص کو مار ڈالا تھا، تو اللہ تعالی نے اس سے ان کو آزادی دی۔**ثم جئت علی قدر وقت**۔یعنی مدین کی واپسی پر طور پر ایک مقرر وقت پر آئے۔

(آیت۴۱) ہم نے تمہیں اپنے کام کیلئے بنایا(آیت۴۲) اپنے کام کے لیے تم ہی کو منتخب کیا، تم اپنے بھائی ہارون کو لیکر جاؤ۔اس وقت ان کے بھائی مصر میں تھے اور میری یاد میں کوئی کوتاہی نہ کرنا۔داعی وہاں جائے گا اور انھیں پریشانی میں مبتلا نہ ہونا پڑے جس کی وجہ سے وہ ذکر الٰہی کو نہ بھول جائے، اسی لیے کہا جا رہا ہے کہ تم مجھے یاد رکھنا۔یہ سورہ مؤمنین کو نماز کی تلقین کرتی ہے۔(آیت۴۲) مجھے یاد کرنے میں لوگوں سے کوتاہی نہ کرنا۔پہلے مفہوم کے اعتبار سے ذکر سے مراد نماز کے ہوجائیں گے۔(آیت۴۳) فرعون وہاں خود ہی خدا کا دعوی کر بیٹھا۔(آیت۴۴) درمندی سوزمندی کے ساتھ بات کرنا۔[**تذکر**] کسی چیز کو پوری طرح یاد کرنا، **ذکرته فذکرته**. تفکر کے بعد تذکر ہوتا ہے پھر اس کے بعد خشیت ہوتی ہے۔ہوش میں لانے اور ایمان ابھارنے کے لیے قول لین اختیار کرنا ہوگا۔نبیﷺ نے دعوت کے کام کو تھجد کے ذریعہ شروع کیا، پھر انفرادی دعوت دیتے رہے، اول روز سے خطاب عام نہیں شروع کر دیا تھا۔تذکر ایک مرتبہ کا نام ہے۔جس میں وہ خود مانگتا ہے اور اللہ تعالی سے ڈرتا ہے۔''او'' کو امام فراہیؒ نے تنویع کے معنی میں لیا ہے۔[**یخشی**] اللہ تعالی سے ڈر کر ایمان لائے۔**لعله یؤمن برغبة و شوق او یؤمن بخوف**۔(المودودی)**استماع، تفکر، تذکر، خشیة** یہ ترتیب ہوتی ہے۔(آیت۴۵)[**نخاف**] **نعلم**. ہمیں یقین ہے کہ **ان یفرط بالقول**، حد سے گزرے گا قول میں۔[**ان یطغی**]اس کا تعلق موسی اور اللہ تعالی دونوں سے ہے۔(آیت۴۵) ہم پر جلدی کرے، اور ہمارے اوپر سرکشی کرے۔(آیت ۴۵)''ہم ڈرتے ہیں کہ بھبھکے ہم پر، یا جوش میں آوے۔(شاہ قادرؒ)''لیکن ہم کو اندیشہ ہے وہ تبلیغ سے پہلے زیادہ زیادہ سرکشی شروع نہ کرے یا عین تبلیغ کے وقت اور زیادہ شروع

کردے''۔(تھانویؒ)'' او '' بمعنی اور کے ہیں۔۔نتیجہ یہ ہوگا تکذیب کریں گے۔

(آیت ۴۶) اس اندیشے کو تم نکالو، ہم تمہارے حامی اور ناصر ہیں۔ میں سمیع اور بصیر ہوں۔[**معکما**] یہ تفسیر ہے۔ جہاں کوئی بندہ پکارتا ہے ہم اس کی آواز سنتے ہیں۔اور میں دیکھ رہا ہوں، میرا علم محیط ہے۔(آیت ۴۷) تم دونوں جاؤ، اس لئے ہم نے دونوں کو پیغمبر بنایا۔[**معنا**] ہم تمہارے ساتھ ہیں،اور ہماری تربیت میں رہوگے۔[**معنا**](۱) اتحاد کے لئے آتا ہے۔**دخلت فی المدرسة مع احمد**.[**معنا**](۲) حال واقع ہوتا ہے۔ [**فارسل معنا**]ایک رائے یہ ہے کہ ان کو بھیج دے،اور دوسری رائے یہ ہے انھیں چھوڑ دے۔اس کے بارے میں اختلاف ہے۔مولانا اختر احسن اصلاحیؒ فرماتے ہیں بنی اسرائیل کو اعمال شاقہ میں نہ ڈال یعنی انھیں آزاد کردے چونکہ ان کو ان کو فلسطین میں آباد کرنا تھا اس لئے ان کو کہنا پڑا کہ ان کو(میرے ساتھ) بھیج دے۔مولانا امین احسن اصلاحیؒ فرماتے ہیں وہ گائے ذبح کرنا چاہتے تھے اس لئے وہ کسی جنگل میں لے جانا چاہتے تھے اس لئے انھوں نے **ارسل معنا** کہا(اس کی تفصیل سورہ اعراف آیت ۱۰۴۔ ۱۰۵ کی تفسیر میں ہے، ملاحظہ ہو: تدبر قرآن جلد سوم ص ۳۴۱۔۳۴۲)[**بآیة**]**عظیمة**. (آیت ۴۷) اگر تم میری بات مانو گے تو دنیا وآخرت دونوں جگہ سلامتی سے رہوگے۔(آیت ۴۸) مشرکین کو سمجھایا جا رہا ہے اور'' وٗ'' استیئناف کا ہے۔(آیت ۴۸) اگر تولی کروگے تو عذاب آجائے گا۔لیکن جو ایمان لائیں گے وہ سلامتی سے ہمکنار ہونگے۔(آیت ۴۹) تم دونوں کا رب کون ہے(آیت ۵۰) موسیٰ ایک داعی کی حیثیت سے بول رہے ہیں۔فرعون کا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم تو تمام لوگوں کے رب ہیں۔موسیٰ فرما رہے ہیں کہ میرا وہی خدا ہے، وہ ہر چیز کا خالق ہے،تم کو ہدایت دینے والا ہے۔انھوں نے بہت ہی اچھے انداز میں بتایا ہے، اللہ نے سب کو بتا دیا کہ تمہارا مقصد کیا ہے، ہر چیز کو اس کی اپنی صلاحیت اور استعداد کے اوپر حکم دیا، یہ اختیار مخلوق کو ہے کہ وہ کس چیز کو اپنائے، ہم جس ذات کو رب مانتے ہیں وہ خالق ہے اور ھادی ہے۔

عدل اجتماعی کی قرآنی بنیادیں

ابوالاعلی سید سبحانی، صدر ایس آئی او آف انڈیا، ریاست دہلی
abulaalasubhani@gmail.com

موجودہ انسانی دنیا کے بڑے اور اہم ترین سوالات میں ایک سوال عدل اجتماعی (Social Justice) کا ہے۔ اس بات کو کیسے ممکن بنایا جائے کہ انسانی دنیا کا اجتماعی نظام بھی صحیح بنیادوں پر درست انداز سے چل سکے اور ساتھ ہی فرد کی انفرادی آزادی اور اس کے انفرادی حقوق بھی محفوظ رہیں۔

اس سلسلے میں انسانی دنیا نے مختلف قسم کے تجربات کیے ہیں، جن کے نتیجے میں متعدد نظریات ابھر کر سامنے آئے ہیں۔ اشتراکی نظام، سرمایہ دارانہ نظام اور سیکولرزم عدل اجتماعی کے حوالے سے جدید دور کے بڑے تجربے اور نمائندہ نظریات مانے جاتے ہیں۔

عدل اجتماعی قرآن مجید کا بھی ایک اہم موضوع ہے۔ بلکہ بعض مفکرین نے قرآن مجید سے استدلال کرتے ہوئے اس کو اسلام کا حقیقی مقصود قرار دیا ہے۔ سید ابوالاعلی مودودیؒ سورہ الحدید کی آیت ۲۵/ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ عدل ہی اسلام کا مقصود ہے اور اسلام آیا ہی اس لیے ہے کہ عدل قائم کرے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ.

(سورہ الحدید: ۲۵)

(ہم نے اپنے رسولوں کو روشن نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ انسان انصاف پر قائم ہو، اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں سخت طاقت اور لوگوں کے لیے فوائد ہیں، تاکہ اللہ یہ معلوم کرے کہ کون بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ قوی اور زبردست ہے)''[1]

عدل اجتماعی کے سلسلے میں قرآنی اپروچ اور جدید نظریات کی اپروچ میں کافی بنیادی اور کلیدی نوعیت کا فرق پایا جاتا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی علیہ الرحمہ عدل اجتماعی کے قرآنی تصور پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عدالت اجتماعیہ درحقیقت جس چیز کا نام ہے وہ یہ ہے کہ افراد، خاندانوں، قبیلوں، برادریوں اور قوموں میں سے ہر ایک کو مناسب آزادی بھی حاصل ہو اور اس کے ساتھ ظلم وزیادتی کو روکنے کے لیے مختلف اجتماعی اداروں کو افراد پر اور ایک دوسرے پر اقتدار بھی حاصل رہے، اور مختلف افراد و مجتمعات سے وہ خدمت بھی لی جاسکے جو اجتماعی فلاح کے لیے درکار ہے''۔[2]

آگے جدید نظریات پر تبصرہ کرتے ہوئے سید مودودی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''جس طرح حریت فرد، فراخدلی (بے لگام) سرمایہ داری اور بے دین جمہوریت کا وہ نظام اجتماعی عدل کے منافی تھا جو انقلاب فرانس کے نتیجے میں قائم ہوا تھا، ٹھیک اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ وہ اشتراکیت بھی اس کے قطعی منافی ہے جو کارل مارکس اور اینجلز کے نظریات کی پیروی میں اختیار کی جارہی ہے۔ پہلے نظام کا قصور یہ تھا کہ اس نے فرد کو حد مناسب سے زیادہ آزادی دے کر خاندان، قبیلے، برادری، معاشرے اور قوم پر تعدی کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی اور اس سے اجتماعی فلاح کی خدمت لینے کے لیے معاشرے کی قوت ضابطہ کو بہت ڈھیلا کردیا۔ اور اس دوسرے نظام کا قصور یہ ہے کہ یہ ریاست کو حد سے زیادہ طاقتور بنا کر افراد، خاندانوں، قبیلوں اور برادریوں کی آزادی قریب قریب بالکل سلب کرلیتا ہے، اور افراد سے معاشرے کی خدمت لینے کے لیے ریاست کو اتنا زیادہ اقتدار دے دیتا ہے

کہ افراد ذی روح انسانوں کے بجائے ایک مشین کے بے روح پرزوں کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔''۳

قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں عدل اجتماعی کے سلسلے میں بہت ہی ٹھوس قسم کی بنیادیں پیش کی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر آزادی، عدل وانصاف، انسانی مساوات، شورائیت، اجتماعی تکافل باہمی، فساد فی الارض کے خلاف مشترکہ جدوجہد، وغیرہ عدل اجتماعی کے سلسلے میں اہم قرآنی بنیادیں ہیں۔

بیسویں صدی کے اسلامی لٹریچر میں عدل اجتماعی کے موضوع پر سید قطب شہید علیہ الرحمہ کی معرکہ آراء تصنیف 'العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام' کافی اہم اور مدلل کتاب مانی جاتی ہے۔ اس کتاب میں سید قطب شہیدؒ نے اسلام میں عدل اجتماعی کے مزاج، اسلام میں عدل اجتماعی کی بنیادیں، اسلام میں عدل اجتماعی کے قیام کے ذرائع وغیرہ پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ سید ابوالاعلی مودودی علیہ الرحمہ کی بھی ''اسلام اور عدل اجتماعی' کے عنوان سے ایک مختصر مگر جامع تحریر موجود ہے۔ یہ تحریر مولانا مودودی نے ۱۹۶۲ء میں مکہ مکرمہ میں منعقد 'موتمر عالم اسلامی' کی کانفرنس میں پڑھ کر سنائی تھی۔ بعد میں اسے اسی عنوان سے کتابچہ کی شکل میں شائع کر دیا گیا۔ جدید مسلم مفکرین میں معروف اسلامی فلسفی اور دانشور ڈاکٹر محمد عمارہ (مصری) کی تحریروں بالخصوص تکثیری سماج، مسلم اقلیات، امن اجتماعی اور حقوق انسانی سے متعلق تحریروں میں اس موضوع پر کافی اہم بحثیں ملتی ہیں۔

سید قطب شہیدؒ نے ''العدالۃ الاجتماعیۃ'' میں اسلام میں عدل اجتماعی کی تین بنیادوں کی نشاندہی کی ہے، (۱) آزادئ ضمیر (۲) انسانی مساوات (۳) اجتماعی کفالت باہمی۔ (۴)

جبکہ سید مودودی علیہ الرحمہ نے متعین طور پر عدل اجتماعی کی اسلامی بنیادوں پر گفتگو نہیں کی ہے، البتہ ان کی تحریر کا تجزیاتی مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عدل اجتماعی کی درج ذیل بنیادیں بیان کرتے ہیں، (۱) انفرادی آزادی (۲) معاشرتی خدمت (۳) استیصال ظلم۔ ۵

ڈاکٹر عمارہ کا فکری سرمایہ اس پہلو سے امتیازی شان رکھتا ہے کہ اس میں بہت سی نئی

جہتوں اور نئے پہلووں پر گفتگو موجود ہے۔تکثیریت، اقلیات، امن اجتماعی اور حقوق انسانی پر ان کی تحریروں کا تجزیاتی مطالعہ کرنے سے عدل اجتماعی کی درج ذیل بنیادوں کی جانب رہنمائی ملتی ہے، آزادی، شورائیت، مساوات، عدل وانصاف، اور اجتماعی مفاد سے متعلق امور کے سلسلے میں مشترکہ جدوجہد۔[٦]

اس مقالے میں عدل اجتماعی کے حوالے سے مذکورہ بالا بحثوں اور فکری پیش رفت کو پیش نظر رکھتے ہوئے درج ذیل بنیادوں پر قرآن مجید کی روشنی میں گفتگو کی جائے گی:

آزادی، عدل وانصاف، انسانی مساوات، شورائیت، اجتماعی تکافل باہمی، فساد فی الارض کے خلاف مشترکہ جدوجہد۔

آزادی

آزادی انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔فرد کی جوابدہی کا پورا قرآنی فلسفہ اسی پر قائم ہے۔عقل انسانوں اور دوسرے جانداروں کے درمیان مابہ الامتیاز ہے اور آزادی اس عقل کا لازمی تقاضا ہے۔آزادی کے بغیر عقل کی کوئی معنویت باقی نہیں رہتی اور عقل کے بغیر انسانی زندگی کی کوئی معنویت باقی نہیں رہتی۔فطرت چاہتی ہے کہ پوری انسانی دنیا آزادی کی چھاؤں میں آجائے اور پوری انسانی زندگی پر اسی کا رنگ غالب رہے۔ یقیناً بلاتفریق ملک وملت اور رنگ ونسل دنیا میں بسنے والے تمام انسانوں کے لیے رب کائنات کا یہ ایک عظیم عطیہ ہے۔

ماہرین مقاصد نے شریعت کے کلی مقاصد، دین، نفس، عقل، نسب اور مال کے علاوہ شریعت کے کلی مقاصد میں جو اضافے کیے ہیں، ان میں ایک اہم مقصد 'الحریۃ والعدل' یعنی آزادی اور عدل وانصاف بھی ہے۔[۷]

انسانی سماج میں بگاڑ اس وقت شروع ہوتا ہے جب فرد دوسروں پر اپنی سوچ اور فکر کو زور زبردستی نافذ کرنا چاہتا ہے یا پھر اپنی آزادی کا بے جا استعمال کرتے ہوئے حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔

انسانی سماج میں عدل کا قیام اور امن کی بازیافت اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ سماج میں ہر فرد کو ارادہ اور اختیار کی آزادی حاصل ہو۔ یہ آزادی اس کی ذاتی زندگی سے شروع ہو کر اس

کی اجتماعی زندگی تک ایک ایک گوشے کا احاطہ کرتی ہے۔ اس کو اپنی انفرادی زندگی میں کب اور کیا فیصلہ لینا ہے اور اپنی اجتماعی زندگی میں کب اور کیا فیصلہ لینا ہے، یقیناً یہ آزادی فرد کا حق اور قرآن مجید کے فلسفۂ جوابدہی کا لازمی تقاضا ہے۔ قرآن مجید فرد کے اس حق کا کھلے طور پر اعتراف کرتا ہے۔

مذہب کے قبول وردّ کے سلسلے میں بھی فرد کو آزادی ہے اور مذہب کی تبلیغ واشاعت کے سلسلے میں بھی۔ یہ آزادی صرف نظری سطح پر نہیں ہے بلکہ عملی سطح پر بھی ہے۔ کسی بھی انسان کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ مذہب کے سلسلے میں کسی بھی فرد کے ساتھ زور زبردستی کا رویہ اختیار کرے۔

لاَ إِكْرَاهَ فِيْ الدِّيْنِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لاَ انفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْم. (البقرۃ:۲۵۶)

قرآن مجید تبدیلی اور انقلاب کا بہت ہی فطری اور پرامن طریقہ اختیار کرتا ہے اور اس کی عملی مثال کے طور پر انبیاء کرام علیہم السلام کی پوری جدوجہد کو پیش کرتا ہے۔

ادْعُ إِلِى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيْلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ. (النحل:۱۲۵)

قرآن مجید کی نگاہ میں اسلام ہی واحد برحق مذہب ہے، اس کے باوجود تمام ہی مذاہب کے شعائر اور تمام ہی مذاہب کی عبادت گاہوں کا وہ احترام کرتا ہے اور ان کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانا اس کے نزدیک فساد فی الارض میں شامل ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيْراً. (الحج:۴۰)

عدل وانصاف

عدل وانصاف شریعت کے کلی اور بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔ یہ انسان کے بنیادی حقوق سے آگے بڑھ کر انسان کی بنیادی ضرورتوں میں داخل ہے۔ عدل وانصاف کا قیام عدل

اجتماعی کے قیام کی بہت ہی اولین بنیادوں میں سے ہے۔شریعت کی منشاً ہے کہ اس دنیا میں عدل وانصاف قائم ہو، اور یہ عدل وانصاف ہر کسی کے لیے عام ہو اور ہر کسی کے لیے یقینی بنایا جائے، خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ کیونکہ جہاں عدل وانصاف نہیں ہوگا وہاں ظلم ہوگا، اور ظلم خواہ کسی کے ساتھ ہو اور کسی بھی شکل میں ہو، وہ اللہ رب العزت کو بالکل ہی ناپسند ہے۔

'العدل' اللہ رب العزت کے اسماء حسنی میں شامل ہے اور قرآن مجید میں اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کی عظمت کی نشانی کے طور پر پیش کیا گیا ہے:

فَلِذَلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءهُمْ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ. (الشوری:۱۵)

مسلم حکمرانوں اور اہل حل وعقد کو بہت ہی تاکید کے ساتھ ہدایت دی گئی کہ وہ اپنے منصب کا پورا پورا لحاظ رکھیں اور لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کریں:

إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ إِنَّ اللّهَ كَانَ سَمِيعاً بَصِيراً. (النساء:۵۸)

عدل اہل اسلام کا لازمی وصف ہے، قرآن مجید میں اہل اسلام کو بار بار اس بات کی تلقین کی گئی کہ ان کا رویہ عدل وانصاف پر مبنی ہونا چاہیے خواہ اس کی زد میں ان کا بڑے سے بڑا اور قیمتی سے قیمتی مفاد ہی کیوں نہ آجائے، بہرحال انہیں اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے عدل وانصاف کا راستہ ہی اختیار کرنا چاہیے، فرمایا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاء لِلّهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ إِن يَكُنْ غَنِيّاً أَوْ فَقَيراً فَاللّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلاَ تَتَّبِعُواْ الْهَوَى أَن تَعْدِلُواْ وَإِن تَلْوُواْ أَوْ تُعْرِضُواْ فَإِنَّ اللّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيراً. (النساء:۱۳۵)

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِیْ الْقُرْبٰی وَيَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ.

(النحل:۹۰)

مذکورہ بالا آیات میں ایک اہم چیز یہ دیکھنے کی ہے کہ جہاں جہاں قرآن مجید میں عدل وانصاف کی تلقین کی گئی ہے، کہیں بھی اس کو اہل اسلام کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کو عام اسلوب میں پیش کیا گیا ہے اور شواہد بتاتے ہیں کہ تمام ہی انسانوں کے ساتھ اس کو لازمی قرار دیا گیا ہے، سورہ مائدہ کی آیت میں یہ چیز اور زیادہ واضح ہوجاتی ہے، کہا گیا کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم عدل وانصاف کا راستہ چھوڑ بیٹھو، بلکہ صحیح اور مطلوب بات یہ ہے کہ عدل وانصاف کا رویہ اختیار کرو، یقیناً یہ تقوی کا تقاضا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُواْ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُون. (المائدۃ:۸)

جب جب دنیا سے عدل وانصاف کا خاتمہ ہوتا ہے، ظلم اور استبداد کو اپنے پیر پھیلانے کا موقع ملتا ہے۔ یہ بات کہ سماج کے ایک مخصوص طبقے کے ساتھ عدل وانصاف کا رویہ اختیار کیا جائے اور ایک مخصوص طبقے کو اس سے محروم رکھا جائے، اور پھر اس بات کی امید کی جائے کہ سماج بحیثیت مجموعی فساد اور ظلم سے محفوظ رہ جائے گا، اس تصور کی اسلام جڑ کاٹ دیتا ہے۔ اسلام انسان کو عظمت دیتا ہے، اس طور پر کہ وہ انسان ہے اور اسے بار بار انسانی عظمت کی پاسداری کی تلقین کرتا ہے، اور عام انسانی مسائل میں اس کے سلسلے میں جو بھی موقف اختیار کرتا ہے، وہ بحیثیت انسان اختیار کرتا ہے، مذہب کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان بنیادی انسانی مسائل کے سلسلے میں وہ کسی بھی قسم کی تفریق روا نہیں رکھتا۔

انسانی مساوات

انسان اپنی تخلیق کے اعتبار سے اپنی نوع کے دوسرے انسانوں کی طرح ایک انسان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ

مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاء وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِي تَسَاء لُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً. (النساء:۱)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ.

(الحجرات:۱۳)

خالق کائنات نے اسے بحیثیت انسان جو عظمت بخشی ہے وہ اس کا برابر کا حصہ دار ہے۔ انسانی عظمت کا تقاضا ہے کہ اسے سماج میں بحیثیت انسان وہ سماجی مقام حاصل ہو جو سماج کے دوسرے انسانوں کو حاصل ہے۔ اسے قانون کی نگاہ میں وہ مقام حاصل ہو جو سماج کے دوسرے انسانوں کو حاصل ہے۔ اسے سماج میں وہ تمام حقوق اور مراعات حاصل ہوں جو سماج کے دوسرے انسانوں کو حاصل ہیں۔ اس کے سامنے مواقع اور امکانات کی وہ پوری دنیا موجود ہو جو سماج کے دوسرے انسانوں کے سامنے موجود ہے۔ انسانی عظمت کا تقاضا ہے کہ اسے زندگی کے مختلف محاذوں پر آگے بڑھنے اور اپنا جوہر دکھانے کے یکساں مواقع حاصل ہوں، خواہ وہ سیاسی محاذ ہو یا معاشی محاذ، تمدنی اور ثقافتی محاذ ہو، یا سماجی زندگی کے کسی بھی گوشے سے تعلق رکھنے والا محاذ ہو۔

سید قطب شہیدؒ نے اسلام کے تصور مساوات کی وسعت اور آفاقیت پر بہت ہی اچھی گفتگو کی ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اسلام زندگی کے ہر پہلو کو لیتا ہے۔ اجتماعی شعبوں کو بھی اور ضمیر و وجدان کے گوشوں کو بھی، اور ہر جگہ پوری پوری مساوات قائم کرتا ہے۔ ضمیر انسانی کو ہر طرح کی احتیاج، خالی خولی مظاہر اور مصنوعی سماجی اقدار کے دباؤ سے آزاد کر کے مساوات کو اصولی طور پر متحقق کر دینے کے بعد اس امر کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی کہ اسلام الفاظ میں اور ظاہری شکلوں کی تعیین کے ساتھ بھی مساوات کا اعلان کرے۔ لیکن اس نے یہ بھی کیا، کیونکہ مساوات اسے بہت عزیز ہے۔ وہ اسے نسل و قبیلہ اور خاندان و مقام کی تنگیوں سے آزاد، مکمل انسانی شکل میں قائم دیکھنا چاہتا ہے کہ مغرب کے مادّہ پرست، سائنٹفک، نظاموں کی طرح اس مساوات کا دائرہ صرف اقتصادی امور تک

محدود نہ ہو جائے بلکہ زیادہ وسیع اور ہمہ گیر ہو۔'' ۸

شورائیت

اسلام میں عدل اجتماعی کی ایک اہم بنیاد شورائیت بھی ہے۔ اسلام کا اجتماعی نظام شورائیت کی بنیاد پر قائم ہے۔ یہ اجتماعی نظام خواہ خاندان کی شکل میں ہو، یا سماج کی شکل میں ہو، یا حکومت اور اسٹیٹ کی شکل میں ہو۔ اسلام اجتماعی زندگی کے ان تمام اداروں کو شورائیت کی بنیاد پر آگے بڑھانا چاہتا ہے۔ خاندان کی سطح پر ہونے والے فیصلے بھی شورائیت کے ذریعہ طے ہوں، معاشرے کی سطح پر ہونے والے فیصلے بھی شورائیت کے ذریعہ طے ہوں اور ریاست کی سطح پر ہونے والے فیصلے بھی شورائیت کے ذریعہ طے ہوں۔

قرآن مجید میں شورائیت کو مومنین کے بنیادی وصف کے طور پر پیش کیا گیا ہے:

فَمَا أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَى لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ. وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ. وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ. وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنتَصِرُونَ. (الشوری:۳۶۔۳۹)

(پس جو کچھ بھی تم لوگوں کو دیا گیا ہے، وہ محض دنیا کی چند روزہ زندگی کا سروسامان ہے، اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر بھی ہے اور پائے دار بھی۔ وہ ان لوگوں کے لیے ہے، جو ایمان لائے ہیں اور اپنے ربّ پر بھروسا کرتے ہیں، جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور اگر غصہ آجائے تو درگزر کر جاتے ہیں، جو اپنے ربّ کا حکم مانتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں، ہم نے جو کچھ بھی رزق انھیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں، اور جب اُن پر زیادتی کی جاتی ہے تو اُس کا مقابلہ کرتے ہیں۔)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب بھی آپ کو کچھ مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ موجود افراد سے مشورہ طلب کرتے تھے۔ غزوۂ احد کے سخت ترین حالات میں بھی اللہ

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی گئی کہ وہ شورائیت سے کام لیں:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّواْ مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ. (آل عمران:۱۵۹)

یہی مزاج خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا بھی رہا، وہ اجتماعی امور باہم مشورے کے بعد ہی طے کیا کرتے تھے۔

اسلام کا نظام معاشرت اس وقت مختلف سطحوں پر جن بڑے چیلنجز سے دوچار ہے، ان میں سرفہرست امت کے اجتماعی اداروں میں شورائیت کی جگہ شخصی اور استبدادی مزاج اور ماحول کا فروغ ہے۔ یہ چیلنج خاندان کی سطح پر بھی مسائل کا سبب بن رہا ہے، اجتماعی یا بالفاظِ دیگر افرادِ امت کے تعاون سے چلنے والے اداروں اور تنظیموں کے درمیان بھی مسائل کا سبب بن رہا ہے، اور معاشرے اور حکومت کی سطح پر بھی۔ فطری بات ہے کہ جہاں شورائیت کا فقدان ہوگا وہاں استبداد کا دوردورہ ہوگا، اور جہاں استبداد کا دوردورہ ہوگا وہاں نہ تو عدل اجتماعی ہوگا، اور نہ اجتماعی حقوق ہوں گے۔ وہاں علم وتحقیق اور حرکت وعمل کی جگہ جمود اور ٹھہراؤ ہوگا۔ نئی نئی دریافتوں اور نئے نئے انکشافات کے بجائے روایت پرستی اور دوسروں پر انحصار کا مزاج پروان چڑھے گا۔

اسلام نے خلافت کا تاج تمام انسانوں کو پہنایا ہے، اس خلافت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے اجتماعی امور باہم مشورے سے طے کریں۔ عقل اور آزادی کی نعمت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ کسی بھی قسم کے جبرواستبداد سے آزاد شورائی ماحول میں گزربسر کریں۔ چنانچہ یہیں پر اسلام ملوکیت اور بادشاہت اور شخصی اور خاندانی حکومتوں کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ ملک کے عوام کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ اپنی پسند کا حاکم اور فرماں روا منتخب کریں اور اپنے ملک کی سیاسی اور معاشی پالیسیوں کو آزادانہ بنیادوں پر طے کریں، ایسا نہ ہو کہ ملک کا نظام مخصوص افراد یا مخصوص خاندان کے درمیان گردش کرتا رہے اور برسراقتدار فرد یا گروہ کو اعتماد میں لے کر امریکہ اور اسرائیل طے کریں کہ اس ملک کی سیاسی اور معاشی پالیسیاں کیا ہوں گی۔(۹)

اجتماعی تکافل باہمی

اسلام میں عدل اجتماعی کی ایک اہم بنیاد 'اجتماعی تکافل باہمی' بھی ہے۔ اسلام فرد کے وجود کو بھی اہمیت دیتا ہے اور معاشرے کے وجود کو بھی اہمیت دیتا ہے۔ وہ فرد کو جہاں بہت سے حقوق دیتا ہے وہیں اس پر بہت سے حقوق عائد بھی کرتا ہے۔ وہ جہاں فرد کو رزقِ خداوندی کی تلاش کے لیے کھلی آزادی اور کھلے مواقع فراہم کرتا ہے، وہیں اس کو سماج کے مجبور و پریشان اور ضرورت مند افراد پر انفاق کی ترغیب بھی دیتا ہے بلکہ بسا اوقات اسے اس کا دینی فریضہ بھی قرار دیتا ہے، سورۃ البقرۃ کے آغاز میں بہت ہی مختصر جملے میں اس حقیقت سے صاف طور پر متنبہ کر دیا گیا، کہا گیا: وَمِمَّا رَزَقْنَاهُم يُنفِقُون۔ (البقرۃ:۲)، یعنی اللہ رب العزت نے بندوں کو جو کچھ رزق عنایت کیا، اس پر یقیناً ان کی ملکیت قائم ہوگئی، لیکن ساتھ ہی ان کے رویے کی بھی تعیین کر دی کہ متقین اور اللہ والے بندے صرف اپنی ملکیت میں اضافے کو پیش نظر نہیں رکھتے بلکہ اس رزق خداوندی میں سے اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں۔ اجتماعی تکافل باہمی کا یہ معاملہ صرف معاشی اور مالی معاملات تک محدود نہیں ہے بلکہ اسلام اس کو ایک اجتماعی وصف کے طور پر بندوں کے درمیان فروغ دینا چاہتا ہے۔ اسلام ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے جس میں زندگی کے ہر محاذ پر افراد معاشرہ ایک دوسرے کے معاون ومددگار ہوں اور ایک دوسرے کے لیے خیر و برکت کا سبب بنیں، سورہ التوبہ میں اس کو کچھ اس طور پر بیان کیا گیا:

وَالْـمُـؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَـنْهَـوْنَ عَـنِ الْـمُـنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللّهَ وَرَسُولَهُ أُوْلَـئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّهُ إِنَّ اللّهَ عَزِيزٌ حَكِيم.

(التوبہ:۷۱)

قرآن مجید ضرورت پڑنے پر تکافل باہمی کے مقصد کے تحت قتال تک کا حکم دیتا ہے:

وَمَا لَـكُـمْ لاَ تُـقَـاتِـلُـونَ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالـنِّسَـاء وَالْـوِلْـدَانِ الَّـذِيْـنَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَـذِهِ الْقَرْيَةِ الـظَّـالِـمِ أَهْـلُهَـا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيّاً وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيْراً. (النساء:۷۵)

''آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اُن بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پاکر دبا لیے گئے ہیں۔۔۔''

فساد فی الارض کے خلاف مشترکہ جدوجہد

عدل اجتماعی کی ایک اہم بنیاد فساد فی الارض کے خلاف مشترکہ جدوجہد ہے۔ یہ زمین اللہ کی ہے اور اس زمین کو اللہ رب العزت نے انسانوں کے لیے مسخر کیا ہے، اور یہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے رہنے بسنے کے لیے واحد ٹھکانہ ہے۔ اللہ رب العزت کی اس نعمت کا تقاضا ہے کہ اس کا پورا پورا حق ادا کیا جائے، یعنی اس زمین اور اس زمین پر موجود اللہ رب العزت کی تمام نعمتوں کو صحیح طور سے استعمال کیا جائے۔ نیز اس زمین اور اس زمین پر موجود اللہ کی تمام نعمتوں کو ضائع ہونے یا فساد کا شکار ہونے سے بچایا جائے۔ یہ کچھ افراد کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ اس زمین پر رہنے بسنے والے تمام ہی انسانوں کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ معروف اسلامی اسکالر ڈاکٹر محی الدین غازی نے فساد فی الارض کے قرآنی استعمالات کے تعلق سے کافی اہم اور فکر انگیز بات لکھی ہے، لکھتے ہیں:

> ''قرآن مجید مختلف اعمال اور رویوں کے لیے فساد فی الارض کا فقرہ استعمال کرتا ہے۔ قرآن مجید میں اس فقرہ کا بکثرت استعمال اسے ایک قرآنی اصطلاح کا درجہ دے دیتا ہے۔ یہ اصطلاح بڑی معنی خیز ہے۔ یہ زمین انسانوں کے لیے بنائی گئی ہے اور تا قیامت پیدا ہونے والے انسانوں کا واحد ٹھکانہ ہے، اگر کسی فرد یا گروہ کا رویہ اس ٹھکانے کو نقصان پہنچانے یا برباد کرنے کا سبب بنتا ہے تو اس کے خلاف سارے انسانوں کا اٹھ کھڑا ہونا عین تقاضائے عقل وفطرت ہے۔ کسی برائی کو فساد فی الارض کہہ کر قرآن مجید اس مسئلہ کو انسانوں کا ذاتی مسئلہ بنا دیتا ہے، کہ اسے حل کرنے کی ذمہ داری انہیں خود آگے بڑھ کر قبول کرنا چاہیے، کسی عمل کے فساد فی الارض ثابت ہو جانے کے بعد اس کے خلاف احتجاج ہر فرد کے اندر پیدا ہو جانا عین متوقع ہے، ماسوا اس کے جس کا اپنا مفاد اس فساد سے وابستہ ہو چکا ہو۔

یوں تو فساد فی الارض کا اطلاق ان ساری برائیوں پر ہوتا ہے جن کا ارتکاب کرۂ ارض پر

کیا جائے، لیکن قرآن مجید کے استعمالات بتاتے ہیں کہ معاشی انحراف اور مالی جرائم سے اس لفظ کا گہرا تعلق ہے۔ غالبًا اس لیے کہ زمین ان وسائل کا مخزن ومنبع ہے جن پر انسانی زندگی کی بقا کا انحصار ہے''۔ [۱۰]

فساد فی الارض کی مختلف صورتیں اور مختلف درجات ہوسکتے ہیں، یہ کم درجے کا بھی ہوسکتا ہے اور بڑے درجے کا بھی ہوسکتا ہے۔ چھوٹی سطح پر بھی اس کا ارتکاب ہوسکتا ہے اور بڑی سطح پر بھی اس کا ارتکاب ممکن ہے، ہر دوصورت میں اس کا مقابلہ کرنا اس کائنات میں عدل اجتماعی کے قیام کا بنیادی تقاضا ہے۔

حوالہ جات

۱۔اسلام اور عدل اجتماعی، سید ابوالاعلی مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ستمبر ۱۹۹۴ء صفحہ ۸۔۹

۲۔اسلام اور عدل اجتماعی: صفحہ: ۱۳

۳۔اسلام اور عدل اجتماعی: صفحہ: ۱۳۔۱۴

۴۔العدالۃ الاجتماعیہ، سید قطب، اردو ترجمہ: نجات اللہ صدیقی 'اسلام میں عدل اجتماعی'، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ اپریل ۱۹۹۴ء

۵۔اسلام اور عدل اجتماعی

۶۔الاسلام وحقوق الانسان۔۔ضرورات لا حقوق، ڈاکٹر محمد عمارہ، عالم المعرفۃ، ۱۹۸۵۔ الاسلام والامن الاجتماعی، دارالشروق، ۱۹۹۸

۷۔دیکھیں: مقاصد الشریعہ، علامہ طاہر ابن عاشور

۸۔اسلام میں عدل اجتماعی، سید قطب، صفحہ ۱۳۳/۱۳۴

۹۔شورائیت کے تعلق سے اسلام کے موقف پر ڈاکٹر محی الدین غازی، ڈین فیکلٹی آف قرآن الجامعہ الاسلامیہ شانتاپرم کیرلا نے اپنے ایک تحقیقی مقالے میں بہت ہی شاندار گفتگو کی ہے، ملاحظہ ہو: امت کے فیصلے امت کے مشورے سے، ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، پاکستان، ماہ فروری۔ ماہ مارچ ۲۰۱۷ء

۱۰۔تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: معاشی مسائل اور قرآنی تعلیمات (مجموعہ مقالات سیمینار)، فساد فی الارض کا مالی اور معاشی پہلو، ڈاکٹر محی الدین غازی، صفحہ ۸۴/تا ۱۰۱/، ادارہ علوم القرآن، علی گڑھ ۲۰۱۱ء

طلاقِ ثلاثہ

ایک علمی و تحقیقی بحث (قسط سوم)

امت کے علماء وفقہاء کے غور وفکر کے لیے

مفتی صباح الدین ملک فلاحی فاسمی، استاذ فقہ، اسلامی اکیڈمی دہلی انڈیا

تفسیرِ اول کی اٹھارہ تطبیقی صورتیں:

اس تفسیر کے مطابق، آیت کے عملی تطبیق کی ۱۳ مشروع صورتیں ہیں، اور پانچ مکروہ ہیں:

۱۔ طلاق - امساک یعنی طلاق دی۔ پھر امساک کیا۔ (امساک کے بعد پھر طلاق نہیں دی۔ بات یہیں ختم ہوگئی۔ رشتہ اُستوار ہوگیا)۔

۲۔ طلاق -تسریح یعنی طلاق دی۔ اور تسریح کیا۔ (تسریح کے بعد نکاح نہیں کیا۔ بات یہیں ختم ہوگئی۔ رشتہ ختم ہوگیا)۔

۳۔ طلاق -تسریح - (نکاح) یعنی طلاق دی۔ پھر تسریح کیا۔ پھر نکاح کیا۔ (نکاح کے بعد طلاق نہیں دی۔ بات یہیں ختم ہوگئی۔ رشتہ استوار ہوگیا)۔

یہ تینوں، ایک طلاق والی صورتیں ہیں۔ ہر صورت میں، طلاق کے بعد امساک یا تسریح کا موقع ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ طلاق کے معاملے کی اصلی صورت یہی

ایک طلاق والی تین صورتیں ہیں، اور مقصد کی تکمیل کے لیے کافی ہیں۔ آگے دو طلاق والی تمام صورتیں، اسی اصلی صورت کی بوقتِ ضرورت تکرار ہیں۔

۴۔ (طلاق- امساک) - (طلاق - امساک) یعنی طلاق دی، پھر امساک کیا۔ دوسری طلاق دی، پھر امساک کیا۔ (پھر طلاق نہیں دی۔ رشتہ اُستوار ہوگیا)۔

۵۔(طلاق-امساک)-(طلاق-تسریح) یعنی طلاق دی پھر امساک کیا۔ دوسری طلاق دی اور تسریح کی۔ (پھر نکاح نہیں کیا۔ رشتہ ختم ہو گیا)۔

۶۔(طلاق-امساک)-(طلاق-تسریح-(نکاح) یعنی طلاق دی پھر امساک کیا۔ دوسری طلاق دی اور تسریح کی، پھر نکاح کیا۔ (پھر طلاق نہیں دی۔ رشتہ استوار ہو گیا)

مذکورہ تینوں صورتیں، دو طلاق والی ہیں۔ ہر صورت میں، دوسری طلاق کے بعد امساک یا تسریح کا موقع ہے۔

دو طلاق والی مزید تین صورتیں:

ان چوتھی، پانچویں اور چھٹی صورتوں میں، متفرق طہروں کے فرق کے ساتھ، مگر پہلی ہی طلاق کی جاری عدت میں، دو طلاق والی مزید ایک ایک صورت بن رہی ہے:

۴: ا۔ ایک طہر میں: (طلاق - امساک) - دوسرے طہر میں: (طلاق - امساک) یعنی ایک ہی عدت کے اندر، پہلے طہر میں طلاق دی پھر امساک کیا۔ دوسرے طہر میں دوسری طلاق دی پھر امساک کیا۔

۵: ا۔ ایک طہر میں: (طلاق - امساک) - دوسرے طہر میں: (طلاق-تسریح) یعنی ایک ہی عدت کے اندر، پہلے طہر میں طلاق دی پھر امساک کیا۔ دوسرے طہر میں دوسری طلاق دی پھر تسریح ہوئی۔

۶: ا۔ ایک طہر میں: (طلاق - امساک) - دوسرے طہر میں: (طلاق-تسریح (نکاح) یعنی ایک ہی عدت کے اندر، پہلے طہر میں طلاق دی پھر امساک کیا۔ دوسرے طہر میں دوسری طلاق دی پھر تسریح ہوئی۔ پھر نکاح کیا۔ پہلی طلاق کی جاری ایک ہی عدت میں، طہر کے فرق کے ساتھ، امساک یا تسریح کا فصل دے کر طلاقیں دینے کی یہ تینوں صورتیں جائز ہیں۔ لیکن اگر دانستہ منصوبہ کے ساتھ ہوں تو مکروہ ہوں گی اور حیلہ قرار پائیں گی۔ یاد رہے کہ حیلے کا جائز یا ناجائز ہونا، نصِّ قانونی میں دلالت کی گنجائش کے ساتھ ساتھ، احوال وظروف پر بھی مبنی ہے۔ یعنی حیلہ کسی ضیق سے نکلنے اور درءِ مفاسد کے لیے ہو، جائز مقصد اور نیت سے ہو، نہ کہ تکلیفِ شرعی سے فرار یا کسی حق تلفی کے لیے۔ شریعت کی قانونی تعبیرات ونصوص میں حیلے کے

لیے گنجائش موجود ہونا یا رکھا جانا، مخصوص حالات میں حیلہ کا جواز کا پتہ دیتا ہے۔ ایسا ماننا، اس ایمان کا تقاضا ہے کہ شارع سبحانہ اپنے مدّ عا کی ادائیگی میں قادر الکلام ہے۔ کلام میں اس معنیٰ کی گنجائش ہونا، کلام کا قصور نہیں بلکہ شارع کا قصد اور عمد ہے۔

۷۔ (طلاق - تسریح - (نکاح) - (طلاق - امساک) طلاق دی اور تسریح کی، پھر نکاح کیا۔ پھر دوسری طلاق دی پھر امساک کیا۔ (پھر طلاق نہیں دی۔ رشتہ استوار ہو گیا)

۸۔ (طلاق - تسریح - (نکاح) - (طلاق - تسریح) طلاق دی اور تسریح کی، پھر نکاح کیا۔ پھر دوسری طلاق دی اور تسریح کی۔ (پھر نکاح نہیں کیا۔ رشتہ ختم ہو گیا)۔

۹۔ (طلاق - تسریح - (نکاح) - (طلاق - تسریح - (نکاح) طلاق دی اور تسریح کی، پھر نکاح کیا۔ پھر طلاق دی اور تسریح کی، پھر نکاح کیا۔ (رشتہ استوار ہو گیا)۔

مذکورہ بالا چھے صورتیں (چار تا نو)، دو طلاقوں والی ہیں۔ ہر ایک میں، دو طلاقوں کے درمیان امساک یا تسریح کا فاصل موجود ہے۔ منکوحہ کو پہلی اور دوسری، ہر طلاق کے بعد، شوہر کے پاس امساک یا تسریح کا خیار موجود ہے۔ یہ تمام صورتیں دو مستقل اور کامل عدتوں والی ہیں۔

۱۰۔ (طلاق - امساک) - (طلاق - امساک) - طلاق (حرمتِ غلیظہ) طلاق دی پھر امساک کیا۔ پھر طلاق دی پھر امساک کیا۔ پھر تیسری طلاق دی۔ عورت حرام ہو گئی۔

۱۱۔ (طلاق - امساک) - (طلاق - تسریح - (نکاح) - طلاق (حرمتِ غلیظہ) طلاق دی پھر امساک کیا۔ پھر طلاق دی پھر تسریح کیا۔ پھر نکاح کیا۔ پھر تیسری طلاق دی۔ عورت حرام ہو گئی۔

۱۲۔ (طلاق - تسریح - (نکاح) - (طلاق - امساک) - طلاق (حرمتِ غلیظہ) طلاق دی پھر تسریح کیا پھر نکاح کیا۔ پھر طلاق دی پھر امساک کیا۔ پھر تیسری طلاق دی۔ عورت حرام ہو گئی۔

۱۳۔ (طلاق - تسریح - (نکاح) - (طلاق - تسریح - (نکاح) - طلاق (حرمتِ غلیظہ) طلاق دی پھر تسریح کیا پھر نکاح کیا۔ پھر طلاق دی اور تسریح کی پھر نکاح کیا۔ پھر تیسری طلاق دی۔ عورت حرام ہو گئی۔

مذکورہ بالا (دس سے تیرہ تک کی) چار صورتیں تین طلاق والی ہیں۔ یہ صورتیں، آیت میں مذکور تین بار کی طلاقوں کی حقیقی مصداق ہیں۔ ان ہی چار صورتوں پر حرمتِ غلیظہ کا قرآنی حکم منطبق ہوگا۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے۔

تین طلاق والی دو مشتبہ یا متشابہ صورتیں:

مذکورہ بالا صورتوں میں سے، صورت نمبر دس میں، متفرق طہروں کے فرق کے ساتھ، مگر پہلی طلاق کی جاری ایک ہی عدت میں، یا صرف ایک ہی طہر میں، تین طلاق کی دو مزید صورتیں بن رہی ہیں:

۱۰:۱۔ پہلے طہر میں: (طلاق - امساک) - نیا طہر: (طلاق - امساک) - تیسرا طہر: طلاق (حرمتِ غلیظہ) یعنی تین طہروں میں سے پہلے طہر میں طلاق دی پھر امساک کیا۔ دوسرے طہر میں، دوسری طلاق دی پھر امساک کیا۔ تیسرے طہر میں تیسری طلاق دی۔ عورت حرام ہوگئی۔ یہاں پہلی طلاق کی جاری عدت کے دوران، تین لگا تار طہروں کے اندر، دو امساک کے ساتھ، تین بار طلاقیں دی گئیں۔

۱۰:۲۔ صرف ایک طہر میں: (طلاق - امساک) - (طلاق - امساک) - طلاق (حرمتِ غلیظہ) یعنی ایک طہر کے اندر، گھنٹوں، دنوں یا ہفتوں کے فاصلہ سے طلاق دی پھر امساک کیا۔ پھر طلاق دی پھر امساک کیا۔ پھر تیسری طلاق دی۔ عورت حرام ہوگئی۔ یہاں ایک ہی طہر (تقریباً ۲۳ سے ۲۶ دنوں) میں، تین بار طلاقیں، دو امساک کے ساتھ، دی گئیں۔ چوں کہ پہلی دونوں طلاقوں میں سے ہر طلاق کے بعد امساک ہوا ہے، اور ہر طلاق کے بعد، اس طلاق کی نئی عدت الگ شروع ہوئی۔ نئی اس لیے کہ امساک نے جاری عدت کو منقطع کر دیا۔ اور آخر میں تیسری طلاق ہوئی۔ لہٰذا اس صورت میں حرمتِ غلیظہ کا حکم لاگو ہوگا۔ یہ صورت بھی آیت کی صحیح مصداق ہے۔ لیکن یہ اسی وقت قابلِ عمل ہے جب کہ امساک، مَساس و دخول کے ساتھ نہ ہو، تاکہ طلاق ایسے طہر میں ہو جو جماع سے خالی اور فارغ ہو۔ اس صورت کا تعلق صرف امساک سے ہے، تسریح سے نہیں۔ یہ اس لیے کہ تسریح، عدت کے خاتمہ سے مقید ہے۔ البتہ امساک والی صورت میں، طلاق کے بعد، اس طلاق کی پوری عدت

وجود میں نہیں آئے گی، کیوں کہ امساک، طلاق کی جاری عدت کو منقطع کردے گی۔

مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں، ہر دو طلاق کے بیچ امساک کا تحقق ہوا ہے، اور ہر طلاق کی اپنی نئی عدت ہے۔ اس لیے حرمتِ غلیظہ واقع ہوگی۔ لیکن چوں کہ قرآنی طریقۂ طلاق میں دو بار طلاقیں اور ان میں سے ہر ایک کے بعد، باری باری امساک کی سہولت اور رخصت رکھ کر، رشتۂ زوجیت کو حتی الوسع ٹوٹنے سے بچانے کا ایک بنیادی مقصد ملحوظ ہے، یہ صورت اس حکمتِ قرآنی کے خلاف ہے۔ اسی لیے یہ دونوں صورتیں، آیت کا لفظی اور ظاہری مصداق ہونے کے باوجود، مکروہ مانی جائیں گی۔

اہم نکتہ:

دراصل تین طلاق والی یہی دو صورتیں ہیں، جن میں اشتباہ پیدا ہوتا ہے۔ ان میں حیلہ کرنے کا موقع بھی موجود ہے۔ اگر غلط نیت سے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہو، تو اولوالامر (قاضی و حاکم) کے لیے ان دو صورتوں کو نافذ کرنے یا نہ کرنے کا پہلو بھی موجود ہے۔ غالبا یہی وہ صورت ہے، جسے خلیفہ راشد عمر فاروقؓ نافذ کردیا کرتے تھے۔ یہ ایک اہم اور قابلِ ذکر نکتہ ہے۔

تفسیرِ ثانی کی پانچ تطبیقی صورتیں:

پہلی تفسیر کے مصداقات پر نظر ڈالنے کے بعد، اب دوسری تفسیر پر، جو کہ جمہور کا ایک خیار ہے، نگاہ ڈالتے ہیں۔ اس تفسیر کی بنیاد پر، آیت میں مذکور طلاقوں کے عملی انطباق کی ۵ صورتیں بنتی ہیں:

ان میں سے ہر صورت میں، پہلی دو طلاقیں، یکے بعد دیگرے ہیں۔ ان کے درمیان امساک یا تسریح حائل نہیں ہے۔ اور تین طلاق والی آخری دو صورتوں میں، دوسری اور تیسری طلاق کے درمیان، صرف ایک بار امساک یا تسریح کا موقع ہے۔

۱۔ (طلاق - طلاق) - امساک: یعنی (ایک طہر میں) پہلی طلاق دی۔ پھر (دوسرے طہر میں) دوسری طلاق دی۔ پھر امساک کیا۔ (رشتہ استوار ہوگیا)۔

۲۔ (طلاق - طلاق) - تسریح: (ایک طہر میں) پہلی طلاق دی۔ پھر (دوسرے طہر میں) دوسری طلاق دی اور عدت کے اختتام پر تسریح ہوئی۔ (رشتہ ختم ہوگیا)۔

۳۔ (طلاق - طلاق) -تسریح - (نکاح) : (ایک طہر میں) پہلی طلاق دی۔ پھر (دوسرے طہر میں) طلاق دی، اور تسریح ہوئی۔ پھر نیا نکاح کیا۔ (رشتہ استوار ہو گیا)

۴۔ (طلاق - طلاق) - امساک - طلاق (تحریم) : (ایک طہر میں) طلاق دی۔ پھر (دوسرے طہر میں) طلاق دی۔ پھر امساک کیا۔ پھر تیسرے طہر میں یا کبھی زندگی میں) تیسری طلاق دی۔ عورت حرام ہو گئی۔

۵۔ (طلاق - طلاق) -تسریح - (نکاح) - طلاق (تحریم): (ایک طہر میں) پہلی طلاق دی۔ پھر (دوسرے طہر میں) دوسری طلاق دی۔ عدت کے اختتام پر تسریح ہوئی۔ پھر نیا نکاح کیا۔ پھر تیسری طلاق دی۔ عورت حرام ہو گئی۔

مذکورہ بالا پانچوں صورتیں وہ ہیں، جن میں یکے بعد دیگرے دو طلاقیں دی گئی ہیں۔ یکے بعد دیگرے (بلا فصلِ امساک یا تسریح) طلاق دینے کو تتابعِ طلاق یا اردافِ طلاق کہا جاتا ہے۔ اس تفسیر کے مطابق، یہ معنیٰ کہ امساک یا تسریح، دو لگا تار طلاقوں کے بعد ہی ہو سکتی ہے، پہلی طلاق یا ایک طلاق کے بعد، امساک یا تسریح کا خیار نہیں ہے: یہ معنیٰ اور اس کی یہ سب صورتیں آیت کے ظاہر سے تعلق رکھتی ہیں، جو کہ مراد نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان صورتوں میں دوسری طلاق کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ یہ پانچوں صورتیں غیر مشروع ہیں۔

آخر کی دو صورتیں (نمبر چار اور پانچ)، تین طلاق والی ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں، تیسری طلاق کے بعد عورت، شوہر کے لیے حرام قرار دی گئی ہے۔ ان پانچوں صورتوں میں، پہلی دو طلاقیں یکے بعد دیگرے، امساک یا تسریح کے فاصل کے بغیر، دو طہروں میں واقع ہو رہی ہیں۔ عام طور پر فقہاء نے، انہیں جائز صورتیں مانا ہے۔ مگر چوں کہ ان سب میں ہر دو طلاق کے درمیان، امساک یا تسریح کا فصل نہیں ہے، اس لیے دو لگا تار طلاقوں والی یہ پانچوں صورتیں، آیت کا صحیح مصداق نہیں ہیں۔ یکے بعد دیگرے دو طلاق کی ان سب صورتوں میں امساک یا تسریح کے خیار کو صرف ایک بار تک محدود کر دیا گیا ہے۔

خارج از تفسیر دو صورتیں:

یکے بعد دیگرے طلاق دینے (تتابع یا اردافِ طلاق) کی دو حسب ذیل صورتیں اور بنتی

ہیں۔ان صورتوں میں، پہلی اور دوسری کے بجائے، آخری دو طلاقیں یکے بعد دیگرے پڑتی ہیں:

۱۔ ایک طہر میں: (طلاق - امساک) - اگلی دو طہروں میں: طلاق - طلاق (تحریم)

ایک طہر میں طلاق دی پھر امساک کیا۔ پھر دو طہروں میں، لگا تار دو طلاقیں دیں۔

۲۔ طلاق - تسریح (نکاح) - نئی عدت: پہلے طہر میں: طلاق - دوسرے طہر میں: طلاق (تحریم) طلاق دی، عدت گزرنے پر تسریح ہوئی پھر نکاح کیا۔ پھر دو طہروں میں، لگا تار دو طلاقیں دیں۔

تین طلاق کی یہ دونوں صورتیں، مذکورہ پانچ تفسیروں میں سے کسی بھی تفسیر کے مطابق نہیں ہے۔ ان صورتوں میں پہلی اور دوسری کے بجائے، دوسری اور تیسری طلاقیں، یکے بعد دیگرے، لگا تار، بلافصل ہوگئی ہیں۔ ان صورتوں کو جائز قرار دینے کے لیے، آیتِ مرتان کی تفسیر سے باہر جانا ہوگا۔ چناں چہ یہاں جواز کے لیے ہوسکتا ہے، فقہِ شافعی سے مدد لینی پڑے۔ یا ہوسکتا ہے تفسیرِ جمہور میں (جو کہ پہلی اور دوسری تفسیر کا مجموعہ ہے)، پہلی دو طلاقوں کے بلافصل ہونے پر قیاس کے راستے سے اس کے جواز کی گنجائش نکال لی جائے۔ بہ ہر حال یہ صورتیں آیتِ مرتان کی کسی بھی تفسیری مصداق سے خارج ہیں۔

آیتِ مرتان کے تحت کل ۲۵ صورتیں:

آیتِ مرتان کی پانچ تفسیروں، اور ان میں سے پہلی تفسیر کے کل اٹھارہ مصداقات، اور دوسری تفسیر کے پانچ عملی مصداقات، نیز دو خارج از تفسیر کے عناوین کے تحت جن پچیس صورتوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں ایک طلاق، دو طلاق اور تین طلاق والی ساری صورتیں ملی جلی ہیں۔ ان میں ایک طلاق والی صرف تین (۳) صورتیں ہیں۔ دو طلاق والی کل بارہ (۱۲) صورتیں ہیں۔ صرف تین طلاق والی صورتوں کی تفصیل یہ ہے: تفسیرِ اول کے تحت چار (۴) صورتیں مع دو (۲) متشابہ صورتیں، تفسیرِ ثانی کے تحت دو (۲) صورتیں، نیز خارج از تفسیر دو (۲) مزید صورتیں جمع ہو کر، تین طلاق والی کل دس (۱۰) صورتیں ہوئیں۔

تین طلاق والی پانچ الحاقی صورتیں:

تین طلاق والی ان دس صورتوں کے علاوہ، پانچ (۵) مزید صورتیں ہیں، جن کو، حرمتِ

غلیظہ کے حکم کے ساتھ ملحق کیا گیا ہے۔عام طور پر یہی پانچ الحاقی صورتیں طلاقِ ثلاثہ کے عنوان سے جانی جاتی ہیں۔ یہ الحاقی صورتیں مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔(تین الگ الگ طہر میں) طلاق-طلاق-طلاق یعنی ایک طہر میں پہلی طلاق دی۔ پھر دوسرے طہر میں دوسری طلاق دی۔ پھر تیسرے طہر میں تیسری طلاق دی۔ یعنی تینوں طلاقیں، امساک یا تسریح کے فصل کے بغیر، لگا تار پہلی طلاق کی جاری ایک ہی عدت کے تین طہروں میں دی گئیں۔

اس صورت کو عام طور پر، فقہاء نے جائز اور حسن قرار دیا ہے۔مگر چوں کہ ان میں ہر دو طلاق کے درمیان امساک یا تسریح کا فاصل نہیں ہے، اس لیے یہ صورت بھی آیت کی صحیح مصداق نہیں ہے، اور قرآنی ضابطہ (طلاق فامساک اوتسریح) کے خلاف ہے۔اس صورت پر مذکورہ ۱۴/اعتراضات کے علاوہ ،مزید ۵/اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ یہ حسب ذیل ہیں: یکے بعد دیگرے تین طلاق والی صورت پر مزید پانچ اعتراضات:

الف) آیتِ مرتان میں کل تین بار کی طلاقوں کا ذکر ہے۔ترتیب میں پہلی دو بار کی طلاقیں، ایک جملہ میں ہیں یعنی 'الطلاق مرتان' کے جملے میں۔اس کے بعد تیسری بار کی طلاق کا ذکر الگ آیت اور الگ جملہ میں ہے، اور ترتیب میں بالکل الگ ہے یعنی 'فان طلقها'۔اس لیے پہلی دو بار کی طلاقوں سے، تیسری بار کی طلاق کو جوڑا نہیں جا سکتا۔

ب) پہلی دو بار کی طلاقیں ایک قبیل کی ہیں، اور ان کا حکم، تیسری طلاق کے حکم سے الگ ہے، یعنی ان دو طلاقوں میں سے ہر ایک کے بعد امساک یا تسریح ہے۔ جب کہ تیسری بار کی طلاق کے بعد عورت حرام ہوجاتی ہے۔اب اس کے بعد امساک یا نکاح نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا دونوں طرح کے متغایر الحکم طلاقوں کو جمع نہیں کیا جا سکتا۔

ت) جس طرح پہلی دونوں طلاقوں کو باہم جمع نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ ان میں سے ہر طلاق، فامساک کے معطوفِ تعقیبی کے ساتھ ہے، یعنی پہلی اور دوسری بار کی ہر طلاق کے بعد امساک یا تسریح ہے، اور ان دونوں طلاقوں کے درمیان امساک یا تسریح حائل ہے، اسی طرح دوسری اور تیسری بار کی طلاق کے درمیان امساک یا تسریح حائل ہے۔

ث) دو لگاتار طلاقوں کو دو بار، اور تین لگاتار طلاقوں کو تین بار کا مصداق قرار دینے کے لیے، طلاقوں کے درمیان فارق، قرآن میں، طہر نہیں ہے۔ قرآن میں وہ فارق یا فاصل، کسی بھی دو طلاقوں کے درمیان حائل امساک یا تسریح ہے۔ الطلاق فامساک اوتسریح میں، امساک یا تسریح کو الطلاق پر، حرفِ عطف یعنی فاءِ تعقیبی کے ذریعہ معطوف کرنے کا یہی مطلب ہے، اور مرّۃ کے معنیٰ کے تحقُّق کا یہی معیار ہے۔

ج) قرآن کے ایک دوسرے حکم ' **فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ** ' کے مطابق، احصاء واحاطۂ عدت کا تقاضا ہے کہ طلاق کے بعد امساک یا تسریح کا لحاظ اور رعایت ہو۔ اس پہلو سے طلاق کے ذریعہ تسریح کے لیے، پوری عدت کے ختم ہونے کا التزام کرنا ہوگا۔ اور جب تک ختمِ عدت اور نتیجتاً تسریح واقع نہ ہوجائے، اور تسریح کے بعد دوبارہ نکاح نہ ہو، اس وقت تک دوسری طلاق دینے کا کوئی جواز نہیں۔ البتہ اگر وہ امساک کا خیار چنے، تو امساک کے ذریعہ، طلاق کی عدت منقطع ہوجائے گی، اور نئے طہر میں دوسری طلاق دینا جائز ہوگا۔ یہ دراصل پہلی تفسیر کی متشابہ صورت نمبر ۱۰:۱ ہے، جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

۲۔ (ایک ہی طہر کی تین مجلسوں میں) طلاق - طلاق - طلاق: یعنی (ایک ہی طہر میں) ایک ہی دن، صبح، دوپہر اور شام کے وقفہ سے، یا تین الگ الگ دنوں میں، یا تین الگ الگ ہفتوں میں، یا ان کی کسی مخلوط صورت میں، تین بار طلاق دی۔

یہ صورت، ایک طہر میں، تین بار، الگ الگ طلاقیں دینے کی ہیں۔ اس صورت کو بھی عام طور پر کراہت کے ساتھ جائز قرار دیا گیا ہے۔ مگر چوں کہ ان میں، ہر دو طلاق کے درمیان امساک یا تسریح کا فاصل نہیں ہے، اس لیے یہ صورت بھی آیت کا صحیح مصداق نہیں ہے۔ یہ قرآنی ضابطۂ طلاق یعنی طلاق فامساک اوتسریح کے خلاف ہے۔ اس صورت میں طہر کی تبدیلی کا بھی لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔ اگر تین طلاق کی یہ صورت، امساک بلا مساس کے فصل کے ساتھ پیش آئے تو جائز ہوسکتی ہے۔ یہ دراصل تفسیرِ صحیح کی متشابہ صورت نمبر ۱۰:۲ ہوگی۔

بیک مجلس تین طلاق کی تین صورتیں:

یہی صورتیں اس مضمون کا اصل موضوع ہیں، گویا یہاں ہم اپنے زیرِ بحث موضوع پر پہنچ

گئے ہیں۔

۳۔ (ایک ہی مجلس میں، تین الفاظ میں) مثلاً لفظِ طلاق کی تکرار کے ساتھ، ایک ہی مجلس میں کہا: میں نے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی۔ یا کہا: تم کو طلاق، طلاق، طلاق۔

اس صورت میں، طلاق کے لفظ یا جملہ کی تکرار، بیک بار یا بیک مجلس ہے۔ قواعدِ لغت میں یہ تکرار، تاکید کا فائدہ دیتی ہے۔ کیوں کہ تکرار کا اسلوب تاکید کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ اگر طلاق دینے والا، تاکید کے معنیٰ کا انکار، اور تین طلاق دینے کے ارادہ کا اقرار کرتا ہے، تو جمہور فقہاء اس کو حرمتِ غلیظہ کے معنیٰ میں مؤثر مانتے ہیں۔

۴۔ (ایک ہی مجلس میں، تین الفاظ میں، حرفِ عطف کے ساتھ) مثلاً کہا: میں نے طلاق دی اور طلاق دی اور طلاق دی۔ یا کہا: طلاق اور طلاق اور طلاق۔ یا کہا: طلاق پھر طلاق پھر طلاق۔ اس صورت میں، طلاق کے لفظ یا جملہ کی تکرار، حرفِ عطف کے ساتھ ہے۔ عطف کا مقصد، تاکید سے زیادہ، مغایرت ہوتا ہے۔ عطف والی اس شکل کو بھی حرمت کے معنیٰ میں مؤثر مانا گیا ہے۔

مذکورہ چاروں الحاقی صورتیں، قرآنی ضابطہ (طلاق فامساک، طلاق فامساک، فان طلقھا) کے خلاف ہیں۔ تینوں بار کی طلاقیں، امساک یا تسریح کے فصل کے بغیر، باہم یک جا ہوگئی ہیں۔ قرآنی معیار یعنی طلاقوں کا امساک یا تسریح کے ساتھ باری باری ہونا، کسی معنیٰ میں ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔

اُن اعتراضات کے علاوہ، جو تفسیر ثانی کے مصداقات میں، پہلی دو طلاقوں کے یکے بعد دیگرے بلافصل واقع کرنے پر ہوتے ہیں، اِن الحاقی صورتوں پر دو مزید مخصوص اعتراضات وارد ہوتے ہیں:

دو مزید اعتراضات:

الف۔ آیت میں تیسری بار کی طلاق کے ذکر کے لیے 'فان طلقھا' (پھر اگر اس کو تیسری بار طلاق دے) کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ اس عبارت میں فَاِنْ یعنی 'پھر اگر' کا لفظ یہ بتاتا ہے کہ 'پھر' سے پہلے بھی طلاق ہوئی ہے، یا ہونی چاہیے۔ 'پھر اگر' کا فقرہ تیسری بار کی طلاق کو پچھلی

دو بار کی طلاقوں سے الگ کرتا ہے۔ تینوں طلاقیں اگر یک بارگی دے دیں، تو فقرہ: 'پھر اگر تیسری بار طلاق دے' کا الگ مصداق ہی ختم ہو جائے گا، اور آیت کے مصداقات سے خارج ہو جائے گا۔

ب۔ اسی طرح 'فلا تحل لہ من بعد' میں 'من بعد' یعنی (اُس کے بعد) کے لفظ میں 'اُس' کی ضمیر اسی تیسری بار کی طلاق کی طرف راجع ہے۔ یہ تیسری طلاق اگر الگ، منفرد اور مستقل ہو، تب ہی کہا جائے گا: 'اس کے بعد'، ورنہ کہیں گے: 'ان کے بعد'، یعنی جمع کی صورت میں۔ 'اس کے بعد یعنی تیسری طلاق کے بعد عورت حلال نہیں رہتی'، یہ فقرہ تیسری طلاق کو پہلی دونوں طلاقوں کے ساتھ جمع ہونے سے روکتا ہے۔ اگر تینوں بار کی طلاقوں کو جمع کر کے ایک بار کر دیں، تو 'من بعد' یعنی 'اس طلاق کے بعد' سے مراد تیسری طلاق الگ سے متصور نہیں ہو سکتی۔

۵۔ (ایک ہی مجلس میں، بیک جملہ، عدد ثلاثہ کے ساتھ) مثلاً تین کی گنتی کے ساتھ، ایک ہی جملہ میں کہا: میں نے تم کو 'تین' طلاق دی۔

اس الحاقی صورت میں، تین کی گنتی کے ذکر کے ساتھ طلاق دی گئی ہے، یعنی شوہر کا ایک ہی صیغۂ فعل میں یہ کہنا کہ میں نے تم کو تین طلاق دی یعنی تین عدد طلاق دی، تو یہ قواعدِ نحو کی رو سے، انشاءِ عقد کے لیے ایک غیر صحیح جملہ ہے۔ البتہ 'میں نے تم کو تین بار طلاق دی' کے معنیٰ میں، خبر یہ جملہ کے طور پر صحیح ہے۔ لیکن یہاں یہ مطلوب نہیں ہے۔

یہاں 'الطلاق مرتان' میں، لفظ طلاق، تطلیق (مصدر یا اسمِ مصدر یا معنیٰ مصدر یا اسم الفعل) کے معنیٰ میں ہے۔ فعل (مع زمانہ) یا مصدر (فعل بغیر زمانہ)، عدد کا معنیٰ قبول نہیں کرتا۔ اسی لیے فعل، واحد، مثنّیٰ یا جمع نہیں ہوتا۔ تعداد اسم کی خاصیت ہے، جب کہ فعل کی خاصیت تکرار ہے۔ فعل کی تکرار کی گنتی کے لیے، مرّۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور جس کلمہ پر آتا ہے، اسے فعل کے معنیٰ میں متعین کر دیتا ہے۔ لہٰذا آیت کے مطابق، یہاں تطلیق کے فعل کی تکرار کا الگ الگ تین بار ہونا مراد ہے۔ فعل کی تکرار کے بغیر صرف گنتی بولنا مطلوب نہیں ہے۔

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ 'مرتان' صیغۂ مثنّیٰ ہے، اس لیے اس میں تثنیہ کا معنیٰ کلام کا مقصود ہے یعنی دو بار، دو بار سے کم یا دو بار سے زیادہ نہیں۔ لیکن یہ تثنیہ ہے مرّۃ کا یعنی طلاق کی تکرار کا۔ گویا صیغۂ مثنیٰ میں مضمر ثنتان کا عدد طلاق کی گنتی کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کی تکرار کی گنتی کے

لیے ہے۔اسی لیے 'مرتان' سے دو عدد طلاق سمجھنا، خطأ ہے۔صحیح معنیٰ ہے دو بار طلاق دینا۔اسی لیے طلاق دو یا تین کی گنتی کے ساتھ نہیں دی جا سکتی۔ باریوں میں دی جائے گی۔ گنتی میں طلاق دینے کا، آیت کی رو سے بھی اور نحوی وصرفی قاعدے کی رو سے بھی کوئی مطلب نہیں ہے۔

دو مغالطے:

یہاں دو مغالطے ہوئے ہیں:

۱) بعض علماء جیسے امام ابن قدامہ حنبلی اور امام قرطبی مالکی رحمھما اللہ کو یہ مغالطہ ہوا ہے کہ تین بار الگ الگ طلاق دینا یا یک بارگی ایک جملے میں دینا، دونوں یکساں ہے۔ان کے نزدیک بیوی کو طلاق دیتے وقت مجموعی طور پر یہ کہنا کہ 'انتِ طالق ثلاثا'، یا متفرق طور پر کہنا کہ 'انت طالق، انت طالق، انت طالق'، دونوں یکساں اور صحیح ہے۔اس کی تفہیم کے لیے انہوں نے یہ مثال دی ہے کہ جیسے کوئی ولی، تین عورتوں کا نکاح، کسی شخص سے یہ کہہ کر کرائے کہ 'انکحتکَ هؤلاء الثلاث' (میں نے تمھارا نکاح ان تینوں سے کیا) یا یوں کہے کہ 'انکحتک هذه وهذه وهذه' (میں نے تمھارا نکاح اِس سے اور اِس سے اور اس سے کیا)، دونوں یکساں اور صحیح ہیں۔لیکن جیسا کہ واضح ہے یہ مثالیں 'مفعول' کے الگ الگ ہونے، اور اس کے یکجا ہونے کی ہیں۔ یہاں دونوں کے صحیح ہونے میں کوئی مانع نہیں ہے۔ جب کہ طلاق کی بحث میں، 'فعل' کے وقوع کے الگ الگ ہونے اور یکجا ہونے کا مسئلہ درپیش ہے، مفعول کے بارے میں نہیں۔ ایک صیغۂ فعل یعنی 'انت طالق ثلاثا' میں فعل طلاق کا تین بار وقوع ممکن نہیں ہے۔قواعدِ نحو و صرف میں یہ بات طے ہے کہ وقوعِ فعل کے تعدد کے لیے صیغۂ فعل کی تکرار لازم ہے۔ یا تو اس جملے کو خبریہ معنیٰ میں لیں، کہ میں نے تمھیں ماضی میں تین طلاقیں دی ہیں، تو یہ صحیح ہے۔ ظاہر ہے کہ قائل کا مقصد خبر دینا نہیں ہے۔ یا پھر 'ثلاثا' کو لغو مانیں اور اس طرح انشائیہ معنیٰ میں لے کر مطلق طلاق یعنی ایک طلاق کو نافذ قرار دیں۔ یہ ممکن ہے، لیکن یہ ان کا مقصود نہیں ہے۔ان کا مقصد تو تین طلاق کا انشاء ہے، جس کا، یہ عبارت متحمل نہیں ہے۔

۲) ایک دوسرا مغالطہ جو بہت عام ہے، علماء و ائمہ منبروں سے اور اساتذہ مدرسین مسندوں سے اور پارلیمانی ممبران، ایوانِ حکومت میں بار بار دہرانے لگے ہیں۔وہ کہتے ہیں:

’کسی پر گولی چلانا، حرام، نا جائز اور غیر قانونی ہے، مگر چلانے سے انسان مر جاتا ہے، اور سزا کا مستحق ہوتا ہے۔اسی طرح تین طلاق دینا، حرام، نا جائز اور غیر مشروع ہے، مگر دینے سے طلاق پڑ جاتی ہے، اور اس کا مرتکِب سزا کا مستحق ہو جاتا ہے‘۔ یہاں مغالطہ یہ ہے کہ دلیل کے بجائے ایک مثال لائے۔ جب کہ واضح ہے کہ گولی چلانا ایک مادّی، حسّی اور حقیقی چیز ہے، آپ مانیں یا نہ مانیں۔ جب کہ طلاق ایک قولی و معنوی، اعتباری اور حکمی چیز ہے۔شارع کے ماننے سے پڑے گی اور نہ ماننے سے نہیں پڑے گی۔ زیادہ قریبی مثال ان کے لیے، گالی دینے کی ہوتی، کہ گالی دینا، حرام ہے، مگر دینے سے تکلیف پہنچ جاتی ہے، اگر چہ یہ بھی دلیل کے لیے مفیدِ مطلب نہیں ہوتی۔ پھر بھی کم از کم مثال قولی ہوتی، جیسا کہ طلاق ایک قولی امر ہے۔

طلاق کا معاملہ یہ ہے کہ ابھی یہی طے نہیں کہ شارع کے نزدیک تین طلاق کہنے سے تین پڑ جاتی ہے۔ تو کیسے کہہ رہے ہیں کہ گولی کی طرح تین پڑ جاتی ہے۔ گولی سے مارنے اور مرنے کا اثر، اس کی طبیعت کا خاصّہ ہے، جو کسی کے اعتبار کرنے یا نہ کرنے سے موجود یا معدوم نہیں ہوتا۔ بیک مجلس تین طلاق کا اثر، تحریم ہوگا یا نہیں۔ اس کے لیے شارع کا اعتبار چاہیے اور اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔ کسی کی گولی میں اثر ہونے سے طلاق کے لفظ میں اثر نہیں پیدا ہو جائے گا۔ لگتا ہے یہ مثال، شرعی استدلال میں ناکامی اور بے بسی کی علامت ہے۔ فقہ میں بات شرعی دلیل سے کی جاتی ہے۔قیاسِ شَبَہ بھی ہو تو فروعِ شرعیہ سے مثالیں لانا چاہیے۔

چند مزید فرضی صورتیں:

الف: (تین طلاقیں دو مجلسوں میں) پہلی مجلس میں کسی بھی طرح دو طلاقیں دیں، پھر دوسری مجلس میں ایک طلاق دی۔

ب: (تین طلاقیں دو مجلسوں میں) پہلی مجلس میں ایک طلاق دی، پھر دوسری مجلس میں کسی بھی طرح دو طلاقیں دیں۔

طلاق کی یہ اور دیگر کوئی بھی فرضی صورت مذکورہ تمام اعتراضات کی زد میں آئے گی۔

(بقیہ اگلی قسط میں)

دعوت نئی دہلی

DAWAT, NEW DELHI

سہ روزہ دعوت و ماہ نامہ زندگیٔ نو

کے لئے خصوصی رعایتی اسکیم

ماہ نامہ زندگی نو
فی پرچہ -/25 روپے

سہ روزہ دعوت نئی دہلی
فی پرچہ -/5 روپے

سہ روزہ دعوت اور ماہ نامہ زندگی نو دعوت ٹرسٹ کے تحت شائع ہوتے ہیں جن کا مجموعی سالانہ زرِتعاون -/900 روپے ہوتا ہے اگر کوئی صاحب اپنے یا اعزہ کے لئے دونوں پرچے ایک ہی پتے یا علیحدہ پتوں پر جاری کرانا چاہیں تو صرف -/800 روپئے (آٹھ سو روپئے) یک مشت بھیج کر جاری کرواسکتے ہیں۔

بینک تفصیلات برائے آن لائن ٹرانزیکشن :-

DAWAT TRUST
CENTRAL BANK OF INDIA
CURRENT A/C NO.:3037555110
IFS CODE NO.: CBIN0282953

DAWAT TRUST
INDIAN BANK
CURRENT A/C NO.: 0990839004
IFS CODE NO.: IDIB000J029

نوٹ : براہ کرم ٹرانزیکشن کے بعد ادارے کو مطلع فرمائیں۔

For S.M.S. & WhatsApp : 9990596647 : WhatsApp برائے ایس ایم ایس اور

مراسلت وترسیل زر کا پتہ :-

The Manager, Dawat Trust
D-314, Dawat Nagar,Abul Fazl Enclave,
Jamia Nagar, New Delhi-110 025
TEL.: DAWAT & ZINDAGI-E-NAU:-
011-26958816, 26983019, 9818799113
EMAIL: managerdawat@gmail.com

تاریخ اسلام کی ایک جرأت مند خاتون

ڈاکٹر محمد افضل فلاحی
موبائل:9651377057

حضرت محمدﷺ کا اعلان رسالت انسانی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ تھا۔جس کے نتیجے میں انسان نے نئے ڈھنگ سے سوچنا شروع کیا۔اس کے فکرونظر کی دنیا بدل گئی۔بہت ہی کم وقت میں زندگی کے تما شعبہ جات میں نمایاں تبدیلی نظر آنے لگی۔بالخصوص عورتون کے تئیں اس کے نقطہ نظر اور عملی رویہ میں تو زمین وآسمان کا فرق آ گیا۔وہ عورت جس کی کوئی سماجی و معاشرتی حیثیت نہیں تھی، جسے ہمیشہ اپنے جائز حقوق سے محروم رکھا گیا۔جس کے لئے علم وفن کے دروازے بند تھے۔روحانی ترقی کے مدارج طے کرنے کے تمام راستے مسدود تھے۔کہیں اسے دائرہ انسانیت سے خارج کرنے پرغور کیا گیا تو کہیں یہ نظریہ پروان چڑھا کہ وہ نجس اور ناپاک ہے۔عربوں کے یہاں اسے زندہ درگور کردیا جاتا تھا۔روم میں اسے گھر کا اثاثہ سمجھا جاتا تھا۔یہودیوں کی توریت اس کولعنت ابدی کا مستحق قرار دیتی تھی۔کلیسا اسے باغ انسانیت کا کانٹا تصور کرتا تھا۔خود ہندوستانی تہذیب میں عورت مرد کے دامن تقدس کا داغ تھی۔لیکن اسلام کی آمد نے پوری کایا پلٹ کر رکھ دی۔عورتوں کے ساتھ ہونے والے امتیازی سلوک اور اس کی محکومی وغلامی کے خلاف اتنے زور سے آواز بلند کی کہ ساری دنیا اس سے گونج اٹھی،نیز اسلام نے یہ بھی باور کرادیا کہ زندگی مرداورعورت دونوں کی محتاج ہے۔عورت اس لئے نہیں پیدا کی گئی کہ اسے دھتکارا جائے۔شاہراہ حیات سے کانٹے کی طرح ہٹا دیا جائے۔بلکہ مرد جس

طرح اپنا مقصد وجود رکھتا ہے اسی طرح عورت کی تخلیق بھی ایک غایت ہے اور قدرت ان دونوں اصناف کے ذریعہ مطلوبہ مقاصد کی تکمیل کرا رہی ہے۔

اس حقیقت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ اسلامی تاریخ مرد اور عورت دونوں نے مل کر بنائی ہے۔اگر اس سے عورتوں کا حصہ نکال دیا جائے تو تاریخ ادھوری اور ناقص رہ جائے گی۔حضرت محمدﷺ نے جب اسلام کی دعوت دی تو جہاں مردوں نے حیران کن جرأت و مردانگی کی بے شمار مثالیں قائم کیں، وہیں خواتین نے اس دین سے وابستگی اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ وفاداری، عقیدت و محبت، اطاعت وفرمانبرداری کی تحیر خیز مثالیں تاریخ کے صفحات پر ثبت کر دیں۔رسالت کی تصدیق کا اولین شرف ایک خاتون کے ہی حصے میں آیا جسے دنیا ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے نام سے جانتی ہے۔حضور اکرمﷺ کے پیغام پر لبیک کہنے کے نتیجے میں پہلی شہادت حاصل کرنے کا شرف بھی ایک خاتون کو ہی ہے جسے دنیا حضرت سمیہؓ بنت خباط کے نام سے جانتی ہے۔حضورﷺ کی دعا جب حضرت عمرؓ کے حق میں قبول ہوئی تو اس دعا کی اجابت کو عملی دنیا میں لانے کا وسیلہ بننے کا اعزاز ایک خاتون کو ہی حاصل ہوا۔وہ بلند حوصلہ خاتون حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہؓ بن خطاب تھیں۔حضرت ابوطلحہؓ نے آستانہ اسلام پر سر جھکایا تو ام سلیمؓ کی ترغیب سے۔حضرت عکرمہؓ مسلمان ہوئے تو اپنی بیوی ام حکیمؓ کی سعی جمیل سے۔قریش کی عورتوں میں اسلام پھیلا تو حضرت دوسیہؓ کی حکمت بھری تبلیغ سے۔

ہجرت کے موقع پر جہاں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ جیسے فداکاروں نے آپﷺ کی مدد اور رفاقت کا حق ادا کیا وہیں اسلام کی ایک نوجوان خاتون نے اس نازک وقت پر گھر سے لیکر غار ثور تک جو قربانیاں دیں اسے تا قیامت فراموش نہیں کیا جا سکتا۔وہ خوش قسمت خاتون حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت اسمأؓ تھیں۔غزوہ احد کے موقع پر حضرت ہند بنت عمرو بن حرام نے جس جوش ایمانی اور حب رسولﷺ کا حیرت انگیز مظاہرہ کیا ایسی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔حضرت ہندؓ کے شوہر حضرت عمرو بن جموحؓ، بھائی حضرت عبداللہؓ اور لخت جگر خلاد بن عمرویہؓ تینوں اللہ کی راہ میں خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے۔جب یہ خبر حضرت ہندؓ تک پہنچی

تو اپنے خاندان پر ماتم کناں ہونے کے بجائے اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں دریافت کیا۔خیریت معلوم ہونے پر فرط مسرت سے چہرہ کھل اٹھا۔میدان جنگ کی طرف دوڑ پڑیں۔ اللہ کے رسول ؐ کو دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھیں ''آپ سلامت ہیں تو سب مصیبتیں ہیچ ہیں''۔

نبوت کا بارہواں سال تھا۔مکہ سے قریب ایک گھاٹی میں پچھتر نفوس پر ایک مشتمل مدینہ کا ایک وفد رات کی تاریکی میں حضورﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرتا ہے جسے تاریخ بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے جانتی ہے۔اس مقدس بیعت میں ایک جانباز اور بہادر خاتون نُسیبہ مازینہ عرف حضرت ام عمارہؓ اپنے شوہر اور دونوں بچوں کے ساتھ شریک ہوئیں ۔آپ لیلۃ العقبہ میں حضرت محمدﷺ کے دست مبارک پر بیعت کر کے غلبہ اسلام کے لئے سراپا جدو جہد بن گئیں، نیز آپ نے اسلام کی اشاعت و تبلیغ کو اپنا مطمح نظر اور زندگی کا آخری مقصد بنا لیا تھا۔اسی جذبہ اخلاص کی سر بلندی نے آپ کو وہ مقام عطا کیا کہ آج تک اسلامی تاریخ اس پر ناز کرتی ہے۔

آپؓ کا تعارف اس طرح ہے کہ آپ کا نام نسیبہ تھا۔کنیت ام عمارہ تھی اور اسی سے شہرت پائی۔والد محترم کا نام کعب بن عمرو اور دادا کا نام عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن نجار تھا۔آپ کا تعلق انصار کے مشہور قبیلہ بنو خزرج کے خاندان نجار سے تھا۔یوں تو یہ خاندان شروع ہی سے مدینہ منورہ میں معزز سمجھا جاتا تھا۔لیکن عبدالمطلب کا ننھال ہونے کی بنا پر اور سرور عالمﷺ سے بالواسطہ قرابت داری کی بدولت اس کو مدینہ کا ممتاز ترین خاندان سمجھا جانے لگا۔صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ ایک موقع پر اللہ کے رسولؐ نے فرمایا۔

''اگر میں انصار کے کسی گھرانے میں شامل ہوتا تو بنو نجار میں شامل ہوتا''

ظاہر ہے ایسے خاندان سے تعلق رکھنا ہی اپنے آپ میں خود ایک بہت بڑا شرف تھا۔لیکن سچ پوچھئے تو حضرت ام عمارہؓ کا حقیقی سرمایہ افتخار کچھ اور تھا۔وہ تھا ہادی اکرمؐ سے والہانہ محبت اور عقیدت۔جس نے آپؓ کو اپنی جان، مال اور اولاد ہر شئے سے بے نیاز کر دیا تھا۔

آپ کا پہلا نکاح چچا زاد بھائی زید بن عاصم سے ہوا۔جن سے دو اولادیں ہوئیں۔

عبداللہؓ اور حبیبؓ۔ ان دونوں بھائیوں نے شرف صحابیت حاصل کیا اور تاریخ میں بڑی شہرت پائی۔ زید بن عاصم کے انتقال کے بعد عربہ بن عمروؓ کی زوجیت میں آئیں جو کہ بیعت عقبہ اور غزوہ احد میں شریک تھے۔ آپ سے بھی دو اولادیں تھیں، تمیم اور خولہ۔ حضرت ام عمارہؓ کا شمار انصار کے سابقین اولین میں ہوتا ہے ۔ وہ اس زمانے میں اپنے پورے خاندان کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئیں جب بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ میں اسلام کی دعوتی سرگرمیاں انجام دے رہے تھے۔ آپؓ نے اپنی طویل زندگی میں زمانے کے بے شمار نشیب وفراز دیکھے، جاہلیت کا زمانہ بھی دیکھا اور پورا دور رسالت اور خلفاء راشدین کا عہد باسعادت بھی دیکھا۔ اپنے عظیم المرتبت فرزند کی المناک شہادت کا منظر بھی دیکھا۔ آپ جب سے حلقہ بگوش اسلام ہوئیں ،طرح طرح کی ابتلا و آزمائش کے مراحل سے گزرنا پڑا۔ بارہا مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے لیکن ہر موقع پر آپ نے بے پناہ عزم واستقلال اور جرأت ایمانی کا مظاہرہ کیا۔ سخت سے سخت اور پر آشوب حالات میں بھی دین اسلام کی ہر طرح سے نصرت واعانت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اسلامی تعلیمات اور نبوی فرسودات کو ایسے جاں گداز اوقات میں گلے سے لگائے رکھا جب شرارے کو ہاتھ پر رکھنے اور موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ غرضیکہ آپ تاریخ اسلام کی ایک مہتم بالشان شخصیت تھیں۔ آپؓ کا درخشندہ وتابندہ کردار مسلمانان عالم کے لئے تاابد مشعل راہ بنا رہے گا۔

ہجرت کا تیسرا سال تھا ۔مشرکین مکہ جنگ بدر کا بدلہ لینے کی تیاری میں مصروف تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے بھی مسلمانوں کو تیاری کا حکم دے دیا۔ جہاں مردوں نے جنگ کی تیاری میں اپنی پوری طاقت جھونک دی وہیں عورتیں پیچھے نہ رہیں ۔خدا کے دین کو سربلند دیکھنے کی تمنا انہیں میدان جنگ میں لے کر آ گئی۔ اُحد کے میدان میں مردوں کے ساتھ ساتھ وہ بھی کفر کا علم سرنگوں کرنے میں لگ گئیں۔ کوئی صحابیہ پانی پلاتیں تو کوئی مرہم پٹی کرتیں۔ کوئی اوزار پہنچانے میں مدد کرتیں ۔ فتح عنقریب تھی کہ ایک اتفاقی غلطی سے جیتی ہوئی جنگ مسلمان ہارنے لگے۔ چاروں طرف افراتفری مچ گئی۔ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے ۔ اللہ کے رسول ﷺ کافروں کے نرغے میں آ گئے۔ ان کے اوپر چوطرفہ حملے ہونے

لگے ۔ایسے نازک وقت میں حضرت ام عمارہؓ نے مشکیزہ پھینک تلوار اٹھا لی۔مردوں کی سی بہادری اور جانبازی کا مظاہرہ کیا۔آپ رسولؐ کے قریب پہنچ کر مدافعت میں تیر اور تلوار چلانے لگیں۔ایک کافر اللہ کے رسولﷺ کے بالکل قریب پہنچ کر سر پر وار کرنا چاہا کہ حضرت ام عمارہؓ نے اپنی ڈھال پر اس کے وار کو روک لیا اور پیچھے ہٹ کر اس کے سر پر ایسا بھر پور وار کیا کہ وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ بھی اس موقع پر بڑی بہادری اور جاں نثاری سے لڑ رہے تھے۔ایک کافر کے حملے میں زخمی ہوگئے۔تو ماں حضرت ام عمارہؓ نے بیٹے کو للکارتے ہوئے کہا کہ ۔

''بیٹا جب تک دم میں دم ہے لڑتے رہو''۔

اس دوران موقع پا کر اس کافر نے ماں حضرت ام عمارہؓ پر بھی حملہ کر دیا۔حضرت ام عمارہؓ نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اس پر ایسا کاری وار کیا کہ وہ دوٹکڑے ہوکر زمین پر گر پڑا۔ابھی جنگ جاری تھی۔شمع رسالت کے پروانے بڑی ہی جانبازی سے لڑ رہے تھے کہ ابن قمیہ نامی ایک کافر حضورﷺ کے بالکل پہنچ کر وار کرنے لگا۔اس حملے میں اللہ کے رسولؐ کے دو دانت شہید ہوگئے۔اس حالت سے حضرت ام عمارہؓ بے تاب ہوگئیں۔تلوار لے کر اس پر جھپٹ پڑیں۔آپ کا حملہ اتنا شدید تھا کہ کافر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوگیا۔البتہ آپ بھی اس حملے میں زخمی ہوگئیں تھیں۔وقت ملتے ہی اللہ کے رسولؐ نے مرہم پٹی کرائی اور آپ کی بہادری کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''**من یطیق ماتطیقین یا ام عمارہ۔**

اے ام عمارہ جتنی طاقت تجھ میں ہے اور کسی میں کہاں ہوگی''۔

جنگ سے واپسی کے بعد حضرت ام عمارہؓ جانبازی اور جاں نثاری کے چرچے چارون طرف ہونے لگے نیز لوگ آپ کو خاتون اُحد کے لقب سے پکارنے لگے اور یہی لقب آگے چل کر تاریخ میں دوام حاصل کرگیا۔اس کے بعد حضرت ام عمارہؓ مختلف جنگوں میں شریک ہوتی رہیں۔ایک روایت کے مطابق بیعت رضوان ،جنگ خیبر ،عمرۃ القضا اور غزوہ حنین میں بھی وہ شریک ہوئیں۔فتح مکہ کے موقع پر تو آپ کو سرور عالمﷺ کی ہم رکابی کا بھی شرف حاصل ہوا۔

سرور عالم ﷺ کے رحلت فرما جانے کے بعد مسیلمہ کذاب کے نبوت کا فتنہ مزید شدت اختیار کرنے لگا۔ جو اس کی نبوت کا انکار کرتا اسے اپنے ظلم وعتاب کا شکار بناتا۔ اسی درمیان حضرت ام عمارہؓ کے صاحبزادے حضرت حبیبؓ بن زید عمان سے مدینہ واپس آرہے تھے کہ راستے میں اس ظالم و جابر کا حضرت حبیبؓ سے سامنا ہو گیا۔ مسیلمہ اپنی نبوت کا اقرار کروانے لگا۔ اس کے اس جھوٹے دعوے کو حضرت حبیبؓ نے نہایت ہی حقارت سے ٹھکرا دیا۔ جس بندہ مومن کی تربیت حضرت ام عمارہؓ جیسی بہادر صحابیہ نے کیا ہو اس کے ایمان میں ذرہ برابر بھی لغزش آسکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس مرد آہن نے کذاب کے عتاب کا شکار ہونا منظور کیا۔ جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہونا پسند کیا۔ لیکن اشھد انَّ محمّد اً رّسولُ اللہ کہنے سے باز نہ آئے اور آخری سانس تک ایمان ویقین کی آہنی چٹان بنے رہے۔ جب اس مظلومانہ شہادت کی خبر وقت کے امیر المومنین حضرت ابوبکرؓ کو ہوئی تو اس فتنے کی سرکوبی کا ارادہ مزید اور پختہ ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں تیرہ ہزار مجاہدین کی فوج روانہ کیا۔ اس لشکر میں اپنے بیٹے حضرت زید بن عبداللہؓ کے ہمراہ حضرت ام عمارہؓ بھی شامل ہو گئیں۔ تاکہ مسیلمہ کذاب سے اپنے بیٹے کا انتقام لے سکیں۔ گستاخ رسول کذاب بھی مقابلے کے لئے ۴۰ ہزار پر مشتمل ایک بڑی فوج لے کر میدان جنگ کی طرف نکل پڑا۔ انتہائی خونریز اور فیصلہ کن جنگ تھی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ میدان جنگ میں حضرت ام عمارہؓ نے اپنی جرأت وبہادری کا حیرت انگیز مظاہرہ کیا۔ ایک ہاتھ کی کلائی کٹ گئی پھر بھی دشمنوں کی صفوں کو چیرتی ہوئیں مسیلمہ کذاب کے بالکل قریب پہنچ گئیں۔ عنقریب حملہ کرنے والی ہی تھیں کہ ایک حملے کی وجہ سے یہ دشمن گھوڑے سے نیچے گر پڑا جسے مجاہد عبداللہ نے اپنی تلوار سے واصل جہنم کر دیا۔ مسیلمہ کذاب کی تڑپتی ہوئی لاش کو دیکھ کر حضرت ام عمارہؓ اللہ تعالیٰ کا سجدہ شکر بجالائیں، کہ فرزند کے قاتل، اسلام کے بدترین دشمن اور گستاخ نبوت کا آج خاتمہ ہو گیا۔

کتنی عظیم اور سعادت مند ماں تھیں حضرت ام عمارہؓ، جنہوں نے اپنے عزیز فرزندوں کی بہترین اور مجاہدانہ تربیت کی۔ وہ اولادیں بھی انتہائی خوش نصیب تھیں جنہیں حضرت ام عمارہؓ جیسی مقدس ماں اور بابرکت تربیت گاہ ملی، جن سے فیض پا کر وہ دنیا اور آسمان کے چمکتے

تارے بن سکے۔ یہاں ان چند مقدس ماؤں کا اور ذکر خیر مناسب معلوم ہوتا ہے جن کی فکر مندی، جدوجہد اور قربانیاں ہماری تمام بہنوں، بیٹیوں اور ماؤں کے لئے قابل تقلید نمونہ ہیں۔

مفکر اسلام علامہ اقبالؒ کے والد صاحب نے کچھ عرصہ کے لئے بینک کی ملازمت کر لی۔ علامہ کی نیک صفت اور مقدس ماں ''امام بی بی'' اپنے شوہر کی ملازمت سے مطمئن نہیں تھیں۔ ان کی اس آمدنی کو وہ رزق حلال نہیں سمجھتی تھیں۔ جسے چھوڑ دینے کے لئے برابر اصرار کرتی رہیں کہ اسی اثنا میں ایک ہونہار بچے نے گھر پر دستک دے دی۔ ایسے نازک وقت پر اس عظیم ماں نے ایک بڑا اور تاریخی فیصلہ کیا کہ وہ اپنے نومولد کو اپنا دودھ نہ پلائیں گی۔ وہ اس بات سے بخوبی واقف تھیں کہ دنیا و آخرت دونوں جہاں کی کامیابی بغیر حلال رزق کے ممکن نہیں۔ حلال رزق سے ہی نیک اولاد کی پرورش ہوسکتی ہے۔ یہی فکر انہیں ستائے جا رہی تھی نیز ان کے اندر ایمان جذبہ انہیں بے چین کر رکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا قیمتی زیور بیچ کر ایک بکری خریدی اور اس کے دودھ سے اپنے ننھے منّے اقبال کو شکم سیر کیا۔ اور اس وقت تک اقبال کو اپنا دودھ نہ پلایا جب تک ان کے والد بینک میں ملازمت کرتے رہے۔

بیسویں صدی کے مجدد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی والدہ محترمہ رقیہ بیگمؒ کا قول ملاحظہ فرمائیں:

> ''بچوں کو ایسی عادت ڈالو کہ سرد گرم ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کر سکیں۔ ایک وقت سونے کا نوالہ کھلاؤ، موتی کوٹ کوٹ کر کھلاؤ، لیکن دوسرے وقت دال سے روٹی کھلاؤ، چٹنی سے روٹی کھلاؤ، بچوں کو کبھی ایک طرح کی عادت نہ ڈالو اور نہ ہر وقت ان کی منہ مانگی مراد پوری کرو''۔

جس ماں کے اندر بچوں کی تربیت کا یہ انداز ہو، جس ماں کے یہاں حکمت و دانائی کی ایسی قیمتی باتیں ہوں، اس ماں کی تربیت یافتہ اولادیں ہر طرح کے حالات کا بآسانی مقابلہ کر سکتی ہیں اور کیا بھی ہے۔ جب رقیہ بیگم کے بیٹے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو ردِ فتنہ قادنیت کے خلاف قلم اٹھانے پر جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دیا گیا، جہاں انہیں طرح طرح کی آزمائشوں، مصیبتوں اور صعوبتوں کے سنگ ریزوں سے گزرنا پڑا۔ باوجود اس کے ان کی ثابت قدمی اور استقلال میں ذرہ برابر بھی لغزش نہ آئی۔ راہ حق میں قربان ہونے کے لئے

ہروقت تیار رہنا، طعن وتشنیع کو خندہ پیشانی سے قبول کرنا اور سزائے موت کے فیصلے کو سن کر پیشانی پر بل تک نہ آنا، یہ سب کچھ اس عظیم ماں رقیہ بیگم کا پڑھایا ہوا عملی سبق تھا۔ایک طرف عدالت عالیہ سے بیٹے کی سزائے موت کا فیصلہ آتا دوسری طرف بغیر کسی چوں چرا کے اسی روز پوتے پوتیوں کے لئے ناشتہ تیار کر کے اسکول بھیجنا۔کیسی آہنی اعصاب کی حامل تھی یہ ماں۔کیسی صبرواستقامت کی پیکر تھی یہ ماں،کیسی ایمان ویقین کی چٹان تھی یہ ماں۔۔۔۔۔۔۔جو ماں جرأت و بہادری کی ایسی اعلیٰ نمونہ ہو۔اس کی تربیت یافتہ نسل پھانسی کے پھندے سے گھبرا جائے ، یہ کیسے ممکن تھا۔۲۸/مارچ ۱۹۵۳ءکو پھانسی کی سزا کے اعلان کے بعد جب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے معافی نامہ کا مطالبہ کیا گیا تو جرأت منداور آہنی اعصاب کی حامل ماں کے جرأت مند بیٹے نے حکومت پاکستان کو یہ چیلنج بھرا پیغام دیا کہ:

''موت وحیات کے فیصلے زمین پرنہیں آسمان پر ہوا کرتے ہیں۔اگر زندگی باقی ہے تو تم لوگ میرا بال بیکا نہ کرسکو گے اوراگر میری زندگی ختم ہو چکی ہے تو میں ہنسی خوشی اپنے خدا کے حضور پہنچ جاؤں گا''۔

آج امت مسلمہ کو ایسی ہی جانباز ، بہادر،نڈر اور دنیا سے بے نیاز ماؤں کی ضرورت ہے۔کاش ہماری بہنوں اور بیٹیوں کے اندر بھی یہی خوبیاں اور جذبے پیدا ہو جائیں ،تا کہ آنے والی نسلوں کی پرورش و پرداخت میں عملاً وہ کچھ کر گزریں جو ان ماؤں نے کیا تھا۔نعیم صدیقی نے کیا خوب کہا ہے کہ:

احساس خودی کی کمزوری
یہ عذر کہ تم اک عورت ہو
تم ہمت ہو،تم قوت ہو
تم طاقت ہو،تم جرأت ہو
تم ایک پر جوش جسارت ہو
تم ایک بارعب شجاعت ہو

ماخذ ومراجع

ا۔تاریخ اسلام	اکبرشاہ نجیب آبادی
۲۔تذکار صحابیاتؓ	طالب الہاشمی
۳۔المودودی	نعیم صدیقی
۴۔سیر الصحابیات	مولانا سعید انصاری
۵۔محسن مائیں	محمد عنایت اللہ خاں فلاحی
۶۔عورت اور اسلام	مولانا سید جلال الدین عمری
۷۔مثالی خواتین	محمد اسحاق ملتانی
۸۔عورت اسلامی معاشرے میں	مولانا سید جلال الدین عمری
۹۔اصح السیر	مولانا عبدالرؤف دانا پوری
۱۰۔رحمۃ للعلمین نمبر	ماہانہ خاتون مشرق، دہلی

حضرت ابو ھریرہؓ

اپنی روایات کی روشنی میں

ڈاکٹر عبد الحلیم فلاحی، مدرّس جامعہ سلفیہ، بنارس

صحابیٔ جلیل حضرت ابو ہریرہؓ پر مستشرقین نے بے شمار اعتراضات کیے ہیں، اور رواۃِ حدیث میں سب سے زیادہ انہیں کی حدیثوں کو اپنا نشانہ بنایا ہے۔ چنانچہ علامہ ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن اعظمی صاحب نے اس موضوع کو اپنی ''ماسٹر'' کی ڈگری کے مقالے کے لیے منتخب کیا، اور صحاحِ ستہ اور مسند احمد میں موجود اُن کی ساری حدیثوں کو جمع کر کے دوسرے صحابہ کی حدیثوں سے مقارنہ کیا، اور آخر میں اس نتیجے پر پہنچے کہ اکثر وبیشتر حدیثوں میں دوسرے صحابہ نے ان کی موافقت کی ہے، اور جن حدیثوں میں حضرت ابو ہریرہؓ منفرد ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے۔

علماء وطلبہ میں جو یہ بات مشہور ومتداول ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیثوں کی تعداد ۵۳۷۴ ہے اس سے مراد مختلف اسانید ہیں، نہ کہ خالص متونِ حدیث، اور متونِ حدیث کی تعداد کسی بھی صورت میں دو ہزار سے زیادہ نہیں پہنچتی۔ اب اگر حضرت ابو ہریرہؓ کی زندگی کے ایام، جو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گزارے، اُن پر یہ حدیثیں تقسیم کی جائیں تو روزانہ دو حدیث سے زیادہ نہیں بنتی، کیونکہ آپؓ نے غزوۂ خیبر میں اسلام قبول کیا جو کہ ۷ھ میں واقع ہوا، اور غزوۂ خیبر سے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے ایام تقریباً ایک ہزار ہیں۔ اس نتیجے نے علماء وطلبہ کے درمیان زبردست انقلاب برپا کر دیا، اور اُن سارے اعتراضات کا ازالہ ہو گیا جو حضرت ابو ہریرہؓ پر لگائے جاتے تھے، کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ دن رات نبی ﷺ کی

خدمت میں لگے رہتے تھے، اس لیے ان کا یومیہ دو حدیثیں حفظ کرنا قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا ماسٹر کا رسالہ (Thesis) تقریباً ۸۰۰ صفحات پر مشتمل تھا، اس کا مختصر نمونہ دو تین بار شائع ہو چکا ہے۔

اب میں ڈاکٹر صاحب کی زبانی اس کتاب سے متعلق بعض مزید امور کی وضاحت کر دیتا ہوں۔ یہ ۱۳۹۳ھ کی بات ہے، اُس وقت جامعۃ الملک عبدالعزیز کے مدیر ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی تھے، جو بعد میں سعودی عرب میں وزیرِ ثقافہ بھی متعین کیے گئے۔ انہوں نے بطورِ خاص اس رسالے (Thesis) کی ایک کاپی طلب کی، اور مطالعے کے بعد اس رسالے کے نتائج کی روشنی میں ایک گراں قدر مقالہ تحریر فرمایا جو ''مجلۃ الیمامۃ'' میں شائع ہوا، جس کا عنوان تھا ''عفوا یا أبا ہریرۃ''، یعنی ابو ہریرہ ہمیں معاف کر دیں کہ ہم کثرتِ روایات کی وجہ سے آپ پر خواہ مخواہ اعتراض کرتے چلے آئے، جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے، اور حضرت ابو ہریرہ کے روایت کردہ حدیثوں کی تعداد ۲۰۰۰ سے زیادہ نہیں ہے، جیسا کہ اِس طالب علم نے اپنے اس Thesis میں مختلف ٹھوس دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔ اور پھر اسی نتیجے کی روشنی میں ''أبو ہریرۃ'' کے نام سے ایک مستقل کتاب تصنیف کی، جو علمی حلقوں میں کافی مقبول ہوئی۔ بعض اُردو داں حضرات نے اِس نتیجے کو غلطی سے ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

اب میں اساتذۂ حدیث سے درخواست کرتا ہوں کہ جب وہ مصطلح الحدیث کی کتاب پڑھائیں اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ حدیثوں کا تذکرہ آئے تو طلبہ پر ضرور واضح کر دیں کہ یہ عدد (۵۳۷۴) سندوں کے اعتبار سے ہے، متن کے اعتبار سے نہیں، تاکہ وہ منکرینِ حدیث کا جواب دے سکیں۔ اور دوسری بات یہ کہ ان حدیثوں میں حضرت ابو ہریرہؓ منفرد نہیں ہیں، بلکہ زیادہ تر حدیثوں کے شواہد پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہؓ کی مزید فضیلت کا اظہار ہوتا ہے، جس کی وجہ سے امام ذہبی کو یہ کہنا پڑا: ''أبو ہریرۃ أحفظ من في دہرہ''، یعنی ''حضرت ابو ہریرہؓ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے''۔

اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کی بھی وضاحت کر دیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیثوں کی تعداد (۵۳۷۴) کا اصل مصدر حافظ ابن حزم (ت ۴۵۶ھ) کی کتاب ''جوامع السیرۃ'' ہے

جس میں انہوں نے ہر ہر صحابیِٔ رسول کی روایت کردہ حدیثوں کی تعداد کو بیان کیا ہے، جسے انہوں نے اندلس کے محدّث حافظ بقی بن مخلد (۲۷۶ھ) کے مسند (جو اَب تک مفقود ہے) سے اخذ کیا ہے، اوراس مسند میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیثوں کی تعداد۵۳۷۴ ہے۔ حافظ ابن حزم نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اگر کسی کو اور حدیثیں ملیں تو اس میں اضافہ کر لیں۔ پھر اسی تعداد کو حافظ ابن الجوزی (۵۹۷ھ) نے اپنی کتاب ''تلقیح فہوم أہل الأثر'' میں ذکر کیا ہے، اور پھر بعد میں آنے والے تمام علماء تواتر کے ساتھ اسی تعداد کو ذکر کرتے چلے آرہے ہیں، لیکن کسی نے یہ خیال نہیں کیا کہ حافظ بقی بن مخلد کی کتاب میں جو عدد بیان کی گئی ہے وہ سندوں کے اعتبار سے ہے، کیونکہ اس زمانے کے رواج کے مطابق جتنی سندیں مل جاتی تھیں سب کو جمع کر دیا جاتا تھا، اس طرح ایک حدیث کی ایک سے زیادہ سندیں ہو جاتی تھیں، اور ہر سند کو حدیث شمار کیا جاتا تھا۔ اسی کے ساتھ ایک اور نکتہ جو اکثر لوگوں سے مخفی ہے وہ یہ کہ بقی بن مخلد نے ہر صحابیِٔ رسول کی حدیثوں کو فقہی ابواب پر مرتب کیا ہے، اس طرح باب کی مناسبت سے ایک حدیث متعدد ابواب میں آگئی، جس طرح امام بخاری نے ایک ہی حدیث کو کبھی ایک اور کبھی متعدد سندوں سے مختلف ابواب میں ذکر کیا ہے۔

اس مسئلے کی وضاحت کے لیے امام احمد کی مسند کو لے لیں، اس میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیثوں کی تعداد۳۸۴۳ ہے، اور جب مکرر اسانید کو حذف کر دیا گیا اور صرف متنِ حدیث کی گنتی کی گئی تو نہ صرف مسند احمد بلکہ اس کے ساتھ صحاحِ ستہ کو بھی جمع کرنے کے باوجود ان کی تعداد۱۵۰۰ سے زیادہ نہیں ہوئی۔

اسی طرح ''المسند الجامع'' جسے ڈاکٹر بشار عواد اور ان کے رفقاء نے جمع کیا ہے، جو حدیث کی ۲۱ مسند کتابوں (صحاحِ ستہ، مسند احمد، موطا مالک، مسند حمیدی، مسند عبد بن حمید، سنن دارمی، الأدب المفرد، رفع الیدین، جزء القراءۃ خلف الإمام، خلق أفعال العباد، شمائل ترمذی، زوائد عبداللہ بن احمد علی المسند، عمل الیوم واللیلۃ، فضائل القرآن، فضائل الصحابۃ للنسائی، صحیح ابن خزیمۃ) پر مشتمل ہے، اس ''المسند الجامع'' میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیثوں کی تعداد بلا تکرار صرف ۱۵۸۰ تک پہنچتی ہے۔

اب اگر آپ دوسری کتابوں کی حدیثوں کو اس میں اضافہ کر دیں تو ان کی تعداد زیادہ سے زیادہ ۲۰۰۰ تک پہنچے گی، جیسا کہ اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

اس سلسلے میں مزید دو نکتوں کی وضاحت انتہائی مفید ہوگی:

۱- حضرت ابو ہریرہؓ نے جن حدیثوں کی روایت کی ہے اکثر وبیشتر حدیثوں میں دیگر صحابۂ کرام نے ان کی موافقت کی ہے، لہٰذا حضرت ابو ہریرہؓ پر اعتراض کرنا درست نہ ہوگا۔

۲- جن حدیثوں کی روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ منفرد ہیں وہ حدیثیں حلال وحرام، احکام اور عبادات کے قبیل سے نہیں ہیں، بلکہ اکثر ترغیب وترہیب اور اذکار وآداب وغیرہ سے متعلق ہیں۔

یہ موضوع نہایت ہی دقیق اور مشکل تھا، جسے ڈاکٹر صاحب نے اپنی ماسٹر کی ڈگری کے لیے منتخب کیا تھا۔ موضوع کی حساسیت کا اندازہ محدثِ شام شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کے اس جملے سے بخوبی ہوتا ہے جو آپ نے ڈاکٹر صاحب سے اس رسالے کی تیاری کے وقت کہا تھا، آپ نے فرمایا: ''لقد دخلت في بحر لا ساحل لہ''، ''تم ایسے سمندر میں داخل ہو گئے ہو جس کا کوئی ساحل ہی نہیں ہے۔'' اس عظیم موضوع پر ریسرچ کی وجہ سے وہ ڈاکٹر صاحب سے بہت محبت کرتے تھے اور انہیں ''یا صاحب أبي ہریرۃ'' کہہ کر پکارتے تھے۔

ان واقعات کی تفصیل ڈاکٹر صاحب کے مشفق استاد محترم جناب حافظ حفیظ الرحمٰن عمری مدنی نے ''دراسات في الجرح والتعدیل'' کے مقدمے میں تحریر فرمائی ہے جو جامعہ سلفیہ بنارس سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی۔

ایک اہم نوٹ: اسی طرح جو کتابوں میں یہ آتا ہے کہ امام احمد بن حنبل کو ایک ملین یعنی دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں، امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں یاد تھیں، امام ابو داود نے تین لاکھ حدیثوں سے اپنی سنن تألیف فرمائی، امام مالک کو ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں، تو اس سے مراد:

۱- کثرتِ اسانید۔

۲- اختلاف لفظ الحدیث، یعنی ایک لفظ کے اختلاف سے دو حدیثیں بن جانا۔

۳- حدیث کے موصول اور مرسل یا منقطع ہونے سے ان کی تعداد بڑھ جانا۔

۴- فتاوی الصحابۃ۔

۵- فتاوی التابعین۔

وغیرہ ہیں۔ رہ گیا متنِ حدیث تو اتنے متون ہیں ہی نہیں، بلکہ پورے کتبِ حدیث میں چالیس سے پچاس ہزار متون سے زیادہ نہیں ہیں۔

اس بات کی وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ حدیثوں کی مذکورہ بالا تعداد سن کر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ لاکھوں حدیثیں کہاں چلی گئیں، جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ سنت اسلام کا دوسرا مأخذ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جب قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی تو اس ضمن میں سنتِ رسول کی حفاظت کی ذمہ داری بھی داخل ہوگئی۔ اسی لیے امام شافعی کا قول ہے: ''ما من حدیث صحیح إلا وقد حفظ، ولکن لیس عند فرد واحد، ولکن عند اجتماع الأمۃ''، ''ساری صحیح حدیثیں محفوظ ہیں، لیکن کسی ایک شخص کے پاس نہیں، بلکہ اجتماعی طور پر پوری امت کے پاس''، یعنی ساری امت کے پاس جو حدیثیں ہیں ان کو یکجا کر لیا جائے تو ساری حدیثیں مل جائیں گی، کوئی چھوٹے گی نہیں۔

اس کی واضح مثال ''الجامع الکامل'' ہے جو پانچویں صدی ہجری تک مرتّب شدہ حدیث کی تقریباً دو سو کتابوں میں پھیلی ہوئی ساری معتبر (صحیح اور حسن) احادیث کا مجموعہ ہے، جو تقریباً تین لاکھ سندوں سے روایت کی گئی ہیں۔

اس بات کی وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ اکثر اہلِ علم اپنی تقریروں اور تحریروں میں اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ فلاں محدّث کو اتنے لاکھ حدیثیں یاد تھیں اور فلاں کو اتنے لاکھ، لیکن اس بات کی وضاحت نہیں کرتے کہ اس سے مراد اتنے لاکھ متون نہیں بلکہ سندیں ہیں۔

اور اس لیے بھی تاکہ اس سے ان لوگوں کا سدِّ باب ہو جائے جو اس تعداد کے ذریعے انکارِ حدیث کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ جب ان محدّثین کو لاکھوں حدیثیں یاد تھیں اور ان کی کتابوں میں صرف چند ہزار حدیثیں ہی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ باقی لاکھوں حدیثیں محفوظ نہیں ہیں بلکہ ضائع ہوگئیں، اور اگر حدیث دین میں حجت ہوتی اور اس کی بھی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہوتا تو ناممکن تھا کہ وہ ضائع ہو جاتیں، لہٰذا ان حدیثوں کا

ضائع ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث دین میں حجت نہیں، تبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی حفاظت کا نظم نہیں کیا گیا۔

اس لیے اہلِ علم سے درخواست ہے کہ جب اس تعداد کا ذکر کریں تو اس بات کی وضاحت کردیں کہ اس سے مراد سندیں ہیں، متون نہیں۔

افادات: علامہ ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن اعظمی (سابق استاد مدینہ یونیورسٹی، و مدرّس مسجدِ نبوی)

گزارش

حیات نو کو ڈاک کے نظام کے تحت لانے کی کوشش جاری ہے۔ ان شاء اللہ اس بات کی پوری کوشش کی جارہی ہے کہ آپ کو وقت پر اور پابندی کے ساتھ پرچہ موصول ہو۔

مجلّہ اس وقت شدید خسارے میں ہے۔ آپ خود بھی اس کے سالانہ خریدار بنیں اور دیگر احباب کو بھی اس جانب متوجہ کریں۔

قانونی رکاوٹوں کی وجہ سے حیات نو کا کوئی بینک اکاؤنٹ نہیں ہے۔ فی الحال درج ذیل اکاؤنٹ میں اپنا سالانہ خریداری تعاون جمع کرکے درج ذیل واٹس اپ نمبر پر مکمل تفصیلات کی اطلاع دینے کی زحمت کریں۔ ان شاء اللہ رسید ای میل یا واٹس اپ کے ذریعہ آپ تک پہنچادی جائے گی۔ اکاؤنٹ کی تفصیل درج ذیل ہے:

Name:Abdul Hakim Mojahid

Bank: Union Bank of India

A.C No:584502010009509

IFSC:UBIN0558451

Branch:Jamia Nagar

مزید معلومات کے لیے درج ذیل ای میل اور موبائل نمبر پر رابطہ کریں:

ای میل:jareedahayatenau@gmail.com

موبائل:9015958467۔8010803147

[ادارہ]

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات

سورۂ یوسف کی روشنی میں

علی محی الدین قرہ داغی
ترجمہ: **ذکی الرحمن غازی مدنی**

فکری و اعتقادی بنیادیں

غور و خوض کے بعد ایسی سترہ بنیادیں ملتی ہیں جن پر ہم مسلمان اقلیت کے غیر مسلم اکثریت کے ساتھ مثبت تعلقات کو استوار کر سکتے ہیں۔ دینِ اسلام نے بہت سی فکری، نظریاتی اور عقلی و دینی اساسیات فراہم کی ہیں جن پر مسلم و غیر مسلم تعلقات کی مضبوط عمارت کھڑی کی جا سکتی ہے۔ اس دین کا یہ کارنامہ ہے کہ اس نے تعصّبات اور نفرتوں کے طوفان میں یہ باتیں دنیا کے سامنے پیش کیں۔ اُس وقت جب کہ دنیا کی عام ذہنی سطح ان باتوں کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھی۔ اس نے بین الملی تعلقات کو اصولی اور قانونی حیثیت بخشی۔ اسی مزاج اور طرزِ فکر کا نتیجہ ہے کہ پوری اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کو کہیں بھی غیر مسلموں کے ساتھ رہن سہن کرنے اور ان کی واقعی حیثیت کا اعتراف کرنے میں کوئی دقت یا پریشانی نہیں ہوئی۔ مگر یہ دین فطرت کا دین ہے۔ قدرتی طور پر صناعِ ازل نے انسانوں کے اندر کچھ طبعی اور دینی اختلافات رکھے ہیں جنہیں یکسر طور سے مٹایا نہیں جا سکتا۔ اسلام نے اختلافات کو باقی رکھتے ہوئے انہیں ختم یا انتہائی کم کرنے کی تدبیر فرمائی ہے۔ یہاں ہم اسلام کی بیان کردہ ایسی چند بنیادوں کا تذکرہ کریں گے:

تعاون اور شرکت

خالقِ کائنات نے انسان کی فطرت میں دیگر ابنائے نوع کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا جذبہ ودیعت فرمایا ہے۔ اسلام نے آکر اس فطری جذبے کو مزید تقویت اور جلا بخشی ہے۔

۱- دینِ اسلام اس حقیقت کی نقاب کشائی کرتا ہے کہ اللہ نے تمام انسانوں کوایک اصل اور مادے یعنی مٹی سے پیدا کیا ہے۔﴿یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِن کُنتُمْ فِی رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاکُم مِّن تُرَابٍ﴾ (حج،۵) ''لوگو، اگر تمہیں زندگی بعدِ موت کے بارے میں کچھ شک ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔''

اس مفہوم کی ڈھیر ساری آیات واحادیث مل سکتی ہیں۔ دیگر قرآنی آیات میں بتایا گیا ہے کہ یہ مٹی چپکنے والی تھی، یہ سڑی ہوئی بدبودار مٹی تھی، یہ ٹھیکرے کی طرح بجنے اور گونجنے والی مٹی تھی: ﴿فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقاً أَم مَّنْ خَلَقْنَا إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن طِینٍ لَّازِبٍ﴾ (صافات،۱۱) ''اب ان سے پوچھو، ان کی پیدائش زیادہ مشکل ہے یا ان چیزوں کی جو ہم نے پیدا کر رکھی ہیں، ان کو تو ہم نے لیس دار گارے سے پیدا کیا ہے۔'' ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ﴾ (حجر،۲۶) ''ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے بنایا ہے۔'' ﴿خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ﴾ (رحمٰن،۱۴) ''اس نے انسان کو ٹھیکری جیسے سوکھے سڑے ہوئے گارے سے بنایا۔'' یہ انسانی تخلیق کے مراحل کا بیان ہے۔ پہلے اسے بکھری ہوئی مٹی سے جمی ہوئی مٹی کی شکل دی گئی، پھر لیس دار، پھر سڑی ہوئی اور اخیر میں ٹھیکرے کے مانند کھنکنے والی مٹی سے اُسے پیدا کیا گیا۔ پُتلا بننے کے بعد اس میں روح کا نفخۂ ملکوتی ڈالا گیا تو وہ زندہ ہوگیا۔ اس پورے پراسس سے گزرنے کے بعد پہلا انسان پیدا ہوا، پھر اس کی ذریت ونسل میں سے ہر فرد کی جداگانہ شکل وصورت اور سیرت وعادت بنادی گئی۔

۲- اسلام اپنے متبعین کو یہ تصور دیتا ہے کہ تم مسلمانوں کو اور تمہارے انسانی بھائی یعنی غیر مسلموں کو اللہ نے من حیث الاصل پانی سے خلق فرمایا ہے، یا راست عملِ تولید کے ذریعے منی اور نطفۂ امشاج سے پیدا کیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے: ﴿وَاللَّهُ خَلَقَ کُلَّ دَابَّةٍ مِن مَّاء فَمِنْهُم مَّن یَمْشِی عَلَى بَطْنِهِ وَمِنْهُم مَّن یَمْشِی عَلَى رِجْلَیْنِ وَمِنْهُم مَّن یَمْشِی عَلَى أَرْبَعٍ یَخْلُقُ اللَّهُ مَا یَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَى کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ﴾ (نور،۴۵) ''اور اللہ نے ہر جاندار ایک طرح کے پانی سے پیدا کیا، کوئی پیٹ کے بل چل رہا ہے تو کوئی دو ٹانگوں پر اور کوئی چار ٹانگوں پر، جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

﴿وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَراً فَجَعَلَهُ نَسَباً وَصِهْراً وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْراً﴾ (فرقان،۵۴) ''اور وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر پیدا کیا، پھر اس سے نسب اور سسرال کے دو الگ سلسلے چلائے۔ تیرا رب بڑا ہی قدرت والا ہے۔'' ﴿فَلْیَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ ☆خُلِقَ مِن مَّاء دَافِقٍ☆یَخْرُجُ مِن بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ﴾ (طارق، ۵-۷) ''پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔'' ﴿الَّذِیْ أَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِیْنٍ☆ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاء مَّهِیْنٍ﴾ (سجدہ، ۷-۸) ''جو چیز بھی اس نے بنائی خوب ہی بنائی، اس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء گارے سے کی، پھر اس کی نسل ایک ایسے ست سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح کا ہے۔''

۳- اسلام اپنے ماننے والوں کو بتاتا ہے کہ ہر انسان - قطعِ نظر اس سے کہ وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم - اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر اپنے پاس سے روح پھونکی ہے اور اس شرف و منزلت میں سب کا حصہ برابر ہے۔ اللہ نے نوعِ انسانی کے ہر فرد کو عقل و ارادے اور تمیز و اختیار کی صلاحیت بخشی ہے اور صفاتِ فاضلہ کے ذریعے اسے ممتاز بنایا ہے۔ ہمارے ہیکلِ خاکی میں وہ صلاحیتیں اور توانائیاں پنہاں فرمائی ہیں جن کے ذریعے سے ہم کائنات کی تعمیر و تسخیر کر سکتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ہے: ﴿الَّذِیْ أَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِیْنٍ☆ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاء مَّهِیْنٍ☆ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِن رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِیْلاً مَّا تَشْکُرُونَ﴾ (سجدہ، ۷-۹) ''جو چیز بھی اس نے بنائی خوب ہی بنائی، اس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء گارے سے کی، پھر اس کی نسل ایک ایسے ست سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح کا ہے۔ پھر اس کو نک سک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی اور تم کو کان دیے، آنکھیں دیں اور دل دیے، مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔'' یہاں روح سے مراد محض وہ زندگی نہیں ہے جس کی بہ دولت ایک ذی حیات جسم کی مشیم متحرک ہوتی ہے، بلکہ اس سے مراد وہ خاص جوہر ہے جو فکر و شعور اور عقل و تمیز اور فیصلے و اختیار کا حامل ہوتا ہے اور جس کی بہ دولت انسان تمام دوسری مخلوقاتِ ارضی سے ممتاز ایک صاحبِ حیثیت ہستی، صاحبِ انا ہستی اور حاملِ خلافت ہستی بنتا ہے۔ یہ شرف اور عزت ہر صاحبِ روح

انسان کو حاصل ہے۔ اس سے روح کی اہمیت اور تقدس بھی عیاں ہوتا ہے۔ اس لیے روح پر حملہ کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ ذی روح کا احترام کرنا، اس کے حقوق کی رعایت کرنا ہر حال میں ضروری ہے۔ اس عموم سے استثناء صرف اُن حالات ہے جب ذی روح خود کسی کی جان لینے کے درپے ہوجائے اور مظالم ڈھائے، ایسی حالت میں بدلا جیسے کو تیسا دیا جائے گا۔ سزا دینے میں بھی اسلام نے زیادتی اور حد سے تجاوز کرنے کی ممانعت فرمادی ہے۔

۴-سارے انسان ایک ماں اور باپ کی اولاد ہیں۔ سب کا سلسلۂ نسب اوپر جاکر حضرت آدمؑ اور حضرت حواءؑ سے جڑ جاتا ہے۔ اس کا سیدھا مطلب یہ ہوا کہ سارے انسانوں کا باپ ایک ہے اور ماں ایک ہے۔ بیشتر قرآنی آیات میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾ (حجرات،۱۳) ''لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔''

اللہ کے نبی ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ لوگ آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے تخلیق کیا ہے۔ [والناس بنو آدم وخلق اللّٰہ آدم من تراب] (سنن ترمذیؒ مع تحفۃ الاحوذی، کتاب التفسیر: ۹/۱۵۵۔ مسند احمدؒ: ۲/۲۶۱،۵۳۵)

اس طرح سے اسلام نے اس عظیم گمراہی کی اصلاح کی ہے جو دنیا میں ہمیشہ عالم گیر فساد کی موجب بنی رہی ہے، یعنی نسل، رنگ، زبان، وطن اور قومیت کا تعصب۔ قدیم ترین زمانے سے آج تک ہر دور میں انسان، بالعموم انسانیت کو نظر انداز کرکے اپنے گرد کچھ چھوٹے چھوٹے دائرے کھینچتا رہا ہے جن کے اندر پیدا ہونے والوں کو اس نے اپنا اور باہر پیدا ہونے والوں کو غیر قرار دیا۔ یہ دائرے کسی عقلی اور اخلاقی بنیاد پر نہیں، بلکہ اتفاقیہ پیدائش کی بنیاد پر کھینچے گئے ہیں۔ کہیں ان کی بنا ایک خاندان، قبیلے یا نسل میں پیدا ہونا ہے اور کہیں ایک جغرافیائی خطے میں یا ایک خاص رنگ والی یا ایک خاص زبان بولنے والی قوم میں پیدا ہوجانا ہے۔ پھر ان بنیادوں پر اپنے اور غیر کی جو تمیز قائم کی گئی ہے وہ صرف اس حد تک محدود نہیں رہی کہ جنہیں اس لحاظ سے

اپنا قرار دیا گیا ہو کہ ان کے ساتھ غیروں کی بہ نسبت زیادہ محبت اور زیادہ تعاون ہو۔ بلکہ اس تمیز نے نفرت، عداوت، تحقیر وتذلیل اور ظلم وستم کی بدترین شکلیں اختیار کی ہیں۔ اس کے لیے فلسفے گھڑے گئے ہیں۔ مذہب ایجاد کیے گئے ہیں۔ قوانین بنائے گئے ہیں، اخلاقی اصول وضع کیے گئے ہیں۔ قوموں اور سلطنتوں نے اس کو اپنا مستقل مسلک بنا کر صدیوں اس پر عمل درآمد کیا ہے۔ یہودیوں نے اسی بنا پر بنی اسرائیل کو خدا کی چیدہ مخلوق ٹھیرایا اور اپنے مذہبی احکام تک میں غیر اسرائیلیوں کے حقوق اور مرتبے کو اسرائیلیوں سے فروتر رکھا۔ ہندوؤں کے ہاں ورن آشرم کو اسی تمیز نے جنم دیا جس کی رو سے برہمنوں کی برتری قائم کی گئی۔ اونچی ذات والوں کے مقابلے میں تمام انسان نیچ اور ناپاک ٹھیرائے گئے اور شودروں کو انتہائی ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا گیا۔ کالے اور گورے کی تمیز نے افریقہ اور امریکہ میں سیاہ فام لوگوں پر جو ظلم ڈھائے ان کو تاریخ کے صفحات میں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ آج اس دورِ ترقی ہی میں ہر شخص اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھ سکتا ہے۔ ان برائیوں کو نگاہ میں رکھا جائے تو بہ آسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ کتنی عظیم اور تباہ کن گمراہی ہے جس کی اصلاح اسلام نے کی ہے۔

۵-مسلمانوں کا عقیدہ اس بنیاد پر قائم ہے کہ ساری انسانیت کا رب اور خالق ایک ہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف تمام سچے آسمانی مذاہب نے بھی کیا ہے۔ اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ نے اسی کی تاکید اپنے قول وعمل سے فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم سب انسانوں کی اصل ایک ہے۔ ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے پوری نوعِ انسانی وجود میں آئی ہے اور آج جتنی بھی انسانی نسلیں دنیا میں پائی جاتی ہیں وہ درحقیقت ایک ابتدائی نسل کی شاخیں ہیں جو ایک ماں اور ایک باپ سے شروع ہوئی تھی۔ اس سلسلۂ تخلیق میں کسی جگہ بھی اس تفرقے اور اونچ نیچ کے لیے کوئی بنیاد اور جگہ موجود نہیں ہے جس کے زعمِ باطل میں مبتلا ہوا جائے۔ ایک ہی سب کا خالق ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ مختلف انسانوں کو مختلف خداؤں نے پیدا کیا ہو۔ ایک ہی مادۂ تخلیق سے سارے انسان بنے ہیں۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ کچھ انسان کسی پاک یا بڑھیا مادے سے بنے ہوں اور کچھ دوسرے انسان کسی ناپاک اور گھٹیا مادے سے بن گئے ہوں۔ ایک ہی طریقے سے سب کو پیدا کیا گیا ہے۔ یہ بھی نہیں ہے کہ مختلف انسانوں کے طریقِ پیدائش الگ الگ ہوں اور ایک ہی ماں باپ کی سب اولاد ہیں، یہ بھی نہیں ہوا ہے کہ ابتدائی انسانی جوڑے

بہت سے رہے ہوں جن سے دنیا کے مختلف خطوں کی آبادیاں الگ الگ پیدا ہوئی ہوں۔

۶-ہر مکمل عاقل انسان دیگر تمام انسانوں کے ساتھ اپنی جسمانی ساخت اور بناوٹ میں مشابہ اور مماثل ہے۔خلقت و ہیئت کے بنیادی اجزاء سب کے اندر برابر رکھے گئے ہیں۔عمومی انداز میں فکری، عقلی اور نفسیاتی لحاظ سے بھی سب یکساں ہیں۔عواطف وجذبات، احساسات وتاثرات اور رنج وخوشی پر ردِعمل بھی تقریباً سب کا ایک جیسا ہوتا ہے۔ایسا نہیں ہے کہ کوئی انسان پتھر سے بنا ہو اور دوسرا فولاد سے اور تیسرا سونے یا چاندی سے۔سب کی اصل ایک ہے اور انسانیت کے اجزائے ترکیبی وعناصرِ تکوینی میں سبھی برابر سرابر ہیں۔تعصّبات اور قومی ونسلی تفرقے بازی کے علم بردار چاہے جتنی کوشش کر لیں کہ فلاں قوم یا نسل یا ملک کی آبادی اللہ کی چنیدہ ہے،انسانی علوم،تہذیبی ارتقاء اور تاریخی حقائق کی روشنی میں ان کا دعویٰ بے دلیل ہی ثابت ہوگا۔ کسی شخص کا کسی خاص ملک،قوم،یا برادری میں پیدا ہوجانا ایک اتفاقی امر ہے جس میں اس کے اپنے ارادے اور انتخاب اور اس کی اپنی سعی اور کوشش کا کوئی دخل نہیں ہے۔کوئی معقول وجہ نہیں کہ اس لحاظ سے کسی کو کسی پر فضیلت حاصل ہو۔اصل چیز جس کی بنا پر ایک شخص کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہوسکتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ دوسروں سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا، برائیوں سے بچنے والا اور نیکی اور پاکیزگی کی راہ پر چلنے والا ہو۔ایسا آدمی خواہ کسی نسل، کسی قوم اور کسی ملک سے تعلق رکھتا ہو، اپنی ذاتی خوبی کی بنا پر قابلِ قدر ہے اور جس کا حال اس کے برعکس ہو وہ بہر حال ایک کمتر درجے کا انسان ہے، چاہے وہ کالا ہو یا گورا، مشرق میں پیدا ہوا ہو یا مغرب میں۔

قرآنِ کریم نے تمام انسانوں کے اندر قدرِ مشترک بننے والے یہ امور بار بار دہرائے ہیں، انہیں اصولوں اور قاعدوں کی شکل میں پیش کیا ہے اور اہلِ ایمان کو ان کی پابندی و پاسداری کی تاکید کی ہے۔اس قرآنی طرزِ عمل کے گہرے اثرات ہر مسلمان کے شعور ولاشعور پر مرتب ہوتے ہیں۔ وہ دن رات یہ قرآنی آیات پڑھتا اور سنتا ہے، ان کی تلاوت کو عبادت سمجھتا ہے اور ان کے مطابق عمل کو راہِ نجات تصور کرتا ہے۔اس کے نتیجے میں نفسیاتی طور سے وہ دیگر انسانوں کے قریب ہوجاتا ہے۔کیونکہ جیسا کہ علمائے نفسیات کہتے ہیں کہ دو انسانوں میں مشترکہ صفات جس قدر زیادہ ہوتی ہیں اسی تناسب سے ان کے درمیان قربت، یگانگت، ہم مزاجی اور تعارف وملاقات اور دوستی وغیرہ کے امکانات بڑھتے جاتے ہیں۔

یہاں ہم بتا دیں کہ قرآنِ کریم میں ایک حرف بھی الل ٹپ اور بلا مقصد نہیں آیا ہے۔ انسانی وحدت کو بیان کرنے والی یہ قرآنی آیات بھی شرعی مقاصد کے تحت ہی نازل ہوئی ہیں۔ ان کا نمایاں ترین مقصد اور غایت یہ ہے کہ نفسیاتی اور عملی طور سے ہر مسلمان کو دیگر انسانوں سے محبت اور ہمدردی کرنا سکھایا جائے۔ اس لیے کہ وہ بھی انسان ہے اور اس لیے کہ وہ بھی رب کے نفخۂ روح سے سرفراز ہوا ہے۔ دوسرے لفظوں میں مسلمان کی نگاہوں میں ہر انسان اس کا بھائی ہے۔ اس کے ساتھ رشتہ انسانیت کا ہے جو قرابت اور نسب کے رشتوں سے بہرحال وسیع تر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں مختلف انبیاء ورسل کے ان کی قوموں کی طرف بھیجنے کا تذکرہ کیا ہے وہاں بالالتزام ہر نبی کو اپنی قوم کا بھائی قرار دیا ہے: ﴿وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُوداً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ أَفَلاَ تَتَّقُونَ﴾ (اعراف،۶۵) ''اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ اس نے کہا اے برادرانِ قوم، اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ پھر کیا تم غلط روی سے پرہیز نہ کرو گے؟'' ﴿وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحاً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ﴾ (اعراف،۷۳) ''اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ اس نے کہا اے برادرانِ قوم، اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' ﴿وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْباً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُه﴾ (اعراف،۸۵) ''اور مدین والوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا اے برادرانِ قوم، اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے اخوت اور بھائی چارہ صرف دینی دائرے میں محدود و محصور نہیں ہے، بلکہ وہ اس سے وسیع تر مفہوم رکھتا ہے۔ تاہم جب بہت سی اخوتوں اور نسبتوں میں تعارض اور ٹکراؤ کی کیفیت پیدا ہو جائے، ایک کا اخذ دوسرے کے ترک پر لازم آئے، اس وقت ترجیح بنیادی اور اصولی طور پر ایمانی و دینی اخوت کو دی جائے گی۔

غزل

رہنے لگے ہیں سانپ اب ایسے جہان میں
ہر وقت خوف رہتا ہے جن سے مکان میں

میں نے تو صرف پھولوں کے پودے لگائے تھے
پتھر کہاں سے آئے ہیں یہ سائبان میں

قاتل انھیں کہے گا کوئی کس زبان سے
دشمن کو بھی جو رکھتے ہیں اپنی امان میں

لکھی وفا کی میں نے کہانی اگر کبھی
تیرا بھی نام ہوگا مری داستان میں

ٹھکرا کے ماں کو اپنی وہ برباد ہو گیا
عزت تھی جس کی پہلے بہت خاندان میں

کب تک وہ رہ سکے گا سلامت پتہ نہیں
کٹ کر زمیں سے اُڑتا ہے جو آسمان میں

وہ بھی بنا ہے شاعرِ اردو زباں ضمیرؔ
لکھتا نہیں ہے شعر جو اردو زبان میں

(**ضمیر اعظمی**، نئی دہلی)

تعارف وتبصرہ

کتاب: **روداد اجتماع حیدرآباد (۱۹۵۲ء)**

مرتب: شعبہ تنظیم جماعت اسلامی ہند

صفحات: ۱۲۵

قیمت ۱۲۰/روپے

سنہ اشاعت: ۲۰۱۸ء

ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، D-307، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی

تبصرہ: **محمد اسعد فلاحی**

۲۵/اگست ۱۹۴۱ء کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی نگرانی میں پچھتّر (۷۵) افراد پر مشتمل ایک اجلاس میں 'جماعت اسلامی' کی بنیاد پڑی۔ اس کی تاسیس کے چھ (۶) سال بعد ملک تقسیم ہوا تو جماعت بھی دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ مولانا مودودیؒ جماعت اسلامی پاکستان کے امیر منتخب ہوئے اور ہندوستان میں رہ جانے والے جماعت اسلامی کیارکان نے باہم گفتگو ومشاورت کے بعد مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ کو جماعت اسلامی ہند کا پہلا امیر منتخب کرلیا۔

ایسے نازک حالات میں مولانا ابواللیث ندویؒ نے جس ثابت قدمی کا ثبوت پیش کیا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس وقت کے حالات کا اندازہ ان کے درج ذیل اقتباس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

''بہ حیثیت امیر جماعت جب مدرسۃ الاصلاح سرائے میر سے میں نے جماعت کے کام کا آغاز کیا تو ابتداءً کام چلانے کے لیے مجھے ایک قریبی بستی سلطان پور کے مقبول احمد نام کے ایک نہایت مخلص رکن جماعت سے پچاس روپے بطور قرض لینے پڑے۔ لیکن اللہ تعالیٰ

نے اپنے اس مقبول بندے سے حاصل شدہ رقم میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ اس کا خواب وخیال میں بھی تصوّر نہیں کرسکتے''۔ (جماعت اسلامی ہند کیوں اور کیسے؟ مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ،ص ۲۹)

تقسیم ملک کے بعد مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ کی امارت میں جماعت اسلامی ہند کے نئے سفر کا آغاز ہوا۔ اُس نازک وقت میں مولانا نے جس طرح ثابت قدمی کا ثبوت پیش کیا اور جس منظّم انداز میں جماعت اسلامی کو کام یابیوں سے ہم کنار کرایا اس کی ایک جھلک زیرنظر مجموعہ میں دیکھنے کوملتی ہے۔

جماعت اسلامی ہند کی بنیادی خصوصیات میں یہ بھی ہے کہ وہ ابتدا سے 'شورائیت' اور'احتساب کی امین رہی ہے۔ یہ بنیادی خصوصیات جماعت کے تمام پروگراموں میں نظر آتی ہیں، خواہ وہ مقامی سطح کے ہوں یا صوبائی و مرکزی سطح کے، وقفے وقفے سے جماعت کی سرگرمیوں اور کارکردگی کا جائزہ لیا جاتا ہے اورشورائیت کی بنیاد پرآئندہ کا لائحہ عمل طے کیا جاتا ہے۔ روداد اجتماع حیدرآباد (۱۹۵۲) اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ اجتماع تقسیم ہند کے بعد کا دوسرا آل انڈیا اجتماع تھا۔ (پہلا اجتماع ۱۹۵۱ء میں رام پور ہوا تھا، جس کی روداد مطبوعہ شکل میں ملتی ہے۔) اس اجتماع میں شامل ہونے والے افراد کی مجموعی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی، جس میں چھپن (۵۶) شمالی ہند کے نمائندہ تھےاور بقیہ شرکاء جنوبی ہند کے مختلف علاقوں سے تشریف لائے تھے۔ چند اصحاب سیلون (سری لنکا) سے بھی شرکت کے لیے آئے تھے اور چند غیر مسلم حضرات بھی شریک تھے''۔(ص ۱۱)

اس سہ روزہ اجتماع کی روداد کو پڑھ کر اس وقت کے حالات اور جماعت کے لائحہ عمل، اقدامات اور کارکردگی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔اس میں ذمہ دارانِ جماعت کی تقاریر اور سوالات و جوابات درج ہیں۔ زیر بحث موض? وعات، فیصلے وغیرہ کو تاریخ، دن اور وقت کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کا مطالعہ کرتے ہوئے قاری ایسا محسوس کرتا ہے، گویا وہ اس اجتماع کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔

زیرنظر رودادِ اجتماع میں ایک عنوان 'تنقیدات وشکایات' کے عنوان سے بھی ہے (ص

۶۲) اس میں شرکاء امیر جماعت سے اپنی شکایات اور تاثرات پیش کرتے ہیں اور امیر جماعت ان پر فوراً کارروائی کرتے ہیں، مشورے پیش کیے جاتے ہیں تو انہیں قبول کیا جاتا ہے۔

جماعت اسلامی کے اجتماعات عوامی ہوا کرتے تھے۔ وہ ارکان اور کارکنان تک محدود نہ تھے۔ جماعت کے علاوہ دیگر حلقوں اور دیگر جماعتوں اور تنظیموں سے وابستہ لوگوں کو بھی شرکت کا موقع دیا جاتا تھا، تاکہ وہ جماعت اسلامی کو قریب سے دیکھ سکیں۔ ایک افتتاحی خطبے میں مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ فرماتے ہیں: ''وہ لوگ جو جماعت کی دعوت کو سمجھنے آئے ہیں، ان سے میری درخواست ہے کہ وہ ایک طرف تو نظم وضبط کی پابندی کریں، تاکہ ان کی وجہ سے اجتماع میں انتظامات میں منتظمین کو دشواریاں نہ لاحق ہوں، دوسری طرف وہ اس بات کی پوری کوشش کریں کہ اجتماعات کی کارروائیوں میں توجہ اور دلچسپی کے ساتھ حصہ لیں اور خالی واقعات میں رفقاء جماعت سے مل کر جماعت کی دعوت سمجھنے کی کوشش کریں، تاکہ ان کا مقصد پوری طرح حل ہو سکے۔ (ص ۴۸)

اس روداد اجتماع سے ان شاء اللہ جماعت اسلامی ہند کے ابتدائی زمانے کے احوال، سرگرمیوں اور مشکلات ومسائل کو جاننے میں مدد ملے گی۔

☆☆☆

کتاب: **نیپال میں اسلام کی تاریخ**

مصنف: محمد رضا سالک قادری مصباحی

صفحات: ۶۱۶

قیمت ۸۸۰ روپے

سنہ اشاعت: دسمبر ۲۰۱۷ء

ناشر: کتب خانہ قادریہ، جنک پور، نیپال

تبصرہ: **سراج احمد برکت اللہ فلاحی**، نیپال

نیپال میں مسلمانوں کی تاریخ بہت قدیم ہے بلکہ کئی صدیوں پر محیط ہے۔ پہلے جب الگ الگ خطوں میں چھوٹے چھوٹے راجا ہوا کرتے تھے اسی عہد قدیم میں مسلمانوں کی

موجودگی ثابت ہے۔ بسااوقات راج دربار تک رسائی اور راج محلوں میں ان کا تذکرہ ملتا ہے۔چودھویں صدی سے اس ملک میں بسنے والے مسلمان جن کی تعداد پندرہ لاکھ سے زائد ہے، ملک میں ہرجگہ پھیلے ہوئے ہیں۔جگہ جگہ ان کی آبادیاں،مسجدیں، مدارس ہیں۔اپنی سطح پر رفاہی اور سماجی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔عہد قدیم سے لے کر جدید نیپال تک قابل ذکرشہری رہے ہیں۔اس ملک میں ان کی جو خدمات ہیں ان کو بھلایانہیں جاسکتا ہے۔ایک عرصہ سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ نیپال میں مسلمانوں کی تاریخ پر ایک مفصل کتاب تیار کی جائے جس میں نیپال کی تاریخ کے ساتھ مسلمانوں کی تفصیلی تاریخ بھی بیان کی جائے۔پیش نظر کتاب ''نیپال میں اسلام کی تاریخ''اس ضمن میں اردوزبان کی پہلی مفصل کتاب ہے۔اس عظیم کتاب کو مرتب کرنے کا کام کپٹول ضلع دھنوشا کے رہنے والے ایک معروف عالم دین مولانا محمدرضا سالک قادری مصباحی ہیں۔جو ان دنوں ہند میں ایک مرکزی تعلیمی ادارہ''جامعہ اشرفیہ مبارک پور'' میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

یہ ہی دیدہ زیب ہے۔سرورق پر کشمیری جامع مسجد، نیپال کا چودہ انچل والا قدیم نقشہ اور سلسلہ کوہ ہمالیہ کا دلکش منظر ہے۔616 صفحات کی یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں نیپال کی تاریخ ہے۔ دوسرے باب میں نیپال میں مسلمانوں کی آمد کی تاریخ ہے۔ جس میں دکھایا گیاہے کہ اس ملک میں ساڑھے آٹھ سوسال سے مسلمان آباد ہیں۔

باب سوم میں ایسے مسلم علماء، بزرگوں اورصوفیہ کا تذکرہ ہے جو نیپال آچکے ہیں یا نیپال میں کچھ عرصہ قیام کر چکے ہیں یا اپنی دعوت وتبلیغ کا مرکز نیپال کو بنایا ہے۔

باب چہارم میں علمائے نیپال کی علمی وادبی خدمات کا تعارف ہے۔اس ضمن میں مکتب اہل سنت والجماعت کے 31 علماءاور 2 فاضلات کی تصانیف،مخطوطات اورعلمی کاوشوں کا خلاصہ ہے۔باب پنجم میں نیپال کے مدارس کا تعارف ہے۔ جو بہت مختصر ہے اور مصنف نے چند ہی مدارس کا ذکر کیا ہے۔

پیش نظر کتاب قابل مطالعہ ہے۔علماء وصوفیہ کے احوال تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ مصنف جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں مدرس ہیں۔اہلِ سنت مکتب فکر کے حامل ہیں۔تحریک راہ

سلوک نیپال کے امیر ہیں۔ پوری کتاب میں اسلام اور مسلمانوں کے تذکرہ میں صرف صوفیہ کا تذکرہ ہے۔ان کی کرامتوں،تصرفات اور دعوت وتبلیغ کے لیے جلسوں کا تذکرہ ہے۔علماء کی علمی کاوشوں کے ضمن میں 31 علماء اور 2 فاضلات کا نام ہے جوصرف بریلوی مکتب فکر کے علماء کی علمی خدمات ہیں۔ دوسرے مکتب فکر کے ایک بھی عالم دین کی کتابوں کا ذکر تک نہیں ہے۔ جب کہ بریلوی علماء میں نئے نئے فارغین کا بھی نام ہے۔ایک غیر جانب دار مورخ کی طرح ملک کے تمام مسلمان علماء کی علمی کاوشوں اور خدمات کا تعارف کراتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ نیپال میں اسلام کی تاریخ کتاب کا نام ہے اور اندر صرف مسلمانوں کا سرسری تذکرہ ہے۔

نیپال میں مسلمانوں کی تاریخ،صورت حال اور مسائل پر جو کتابیں اب تک دستیاب ہیں۔ فی نیپال: بلاد الجبال از محمد بن ناصر العبودی، مسلمس آف نیپال از شمہل صدیقی، الاقلیۃ المسلمۃ فی نیبال فی العصر الحاضر از دکتور شمیم احمد خان، المدارس اسلامیۃ فی دولۃ نیبال وجھودھا فی الدعوۃ الی اللہ از طارق انور فلاحی، مساھمۃ علماء نیبال فی تنمیۃ اللغۃ العربیۃ والدراسات الاسلامیہ از سلیم انصاری جھاپا، یہ یاتو تاثراتی تحریر ہے یا ایم فل اور پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔آئینہ نیپال از صفی اللہ قادری مہوتری غیر مطبوع ہے۔ نیپال کا جغرافیہ وتاریخ حفظ الرحمٰن علیگ کی ابتدائی درسی کتاب ہے۔کتاب کی تیاری وترتیب کی جو تفصیلات ابتدائیہ میں درج ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کتاب نے کافی محنت کی ہے۔

کتاب مجموعی اعتبار سے بہت اچھی اور مفید ہے۔کئی جگہوں پر مصنف نے پہلے کے مصنفین یا مقالہ نگاران کی تصحیح کی ہے۔ اسلوب بیان علمی ہے جو بات ثابت نہیں ہوسکی ہے بلا جھجک اس کا اعتراف کیا ہے اور محتاط جملے استعمال کیا ہے۔کئی جگہوں پر لکھا ہے اس کی تحقیق کا سلسلہ جاری ہے آئندہ اشاعت میں شامل کیا جاسکتا ہے۔البتہ بعض کمیاں رہ گئی ہیں امید ہے کہ آئندہ اشاعت میں اس پر توجہ دی جائے گی۔ باب اول میں نیپال کی تاریخ شروع کرتے وقت راجہ بکرم یا بکرمی تاریخ کا کوئی ذکر نہیں آسکا ہے۔ص 36 میں زلزلہ نیپال کا سبب قرآن مجید کو نذر آتش کیے جانے والی بات ثابت نہیں ہے۔ص 28 مئی کو یوم جمہوریہ منایا جاتا ہے جب کہ اصل نیپالی تاریخ ہے۔ 15 جیسٹھ 2065 بکرمی کی یاد میں ہر سال 15

جیسٹھ کو یوم جمہوریہ منایا جاتا ہے۔ص 70 پر ایک حوالہ سے ہے کہ 1990ء میں نیپالی آئین میں ہندوریاست کولایا گیا جو کہ خلاف حقیقت ہے اور جدید نیپالی آئین سیکولر ہے۔ص 94 کیرانت بدھ مذہب کے پیروکار ہیں جب کہ کیرات الگ سے مستقل ایک دھرم ہے۔کہیں کہیں دوراز کار قیاس سے کام لیا ہے جیسے آدم علیہ السلام بھی نیپال آئے تھے۔ص 176 نیپال کے ایک راجہ نے بھی اسلام قبول کیا تھا۔ص 435 مصنف نیپال کے ہیں اور خود لکھتے ہیں پڑوسی ملک نیپال۔

مصنف صوفیہ کے کرامات اور تصرفات پر یقین رکھتے ہیں۔تیس سے زائد صفحات ہیں جن میں نیپال کا کوئی ذکرنہیں ہے۔بس سلسلہ تصوف کی تفصیلات ہیں۔ متعدد کرامتوں کو بیان کیا ہے جو بظاہر غیر محقق معلوم ہوتے ہیں۔ص 112 میں کٹھمنڈو کے راجا کا ہاتھی غائب ہوگیا اور بابا نے کشکول اٹھایا تو اس سے ہاتھی برآمد ہوا۔اور ہرن کی کھال بہت دور تک پھیل گئی۔ص 114 میں ہے پاٹن کنوئیں میں بارہ سال تک ایک صوفی بلا کھائے پیئے زندہ رہ گئے۔ص 145 کوئی بزرگ چھ ماہ تک سانس روک کر بھی زندہ رہے۔ص 155 قبرستان سے تین بزرگ لباس ظاہری میں نکلے اور صبح تک بات کرتے رہے۔ص 167 ایک صوفی ماں کی پیٹ میں تھے تلاوت کرتے تھے اور باہر لوگ سنتے تھے۔ص 187 ایک صوفی صاحب انگلی سے اشارہ کرتے اور کفار مرتے جاتے تھے۔ص 188 میں ایک ہی واقعہ دو بزرگ سے منسوب ہے۔ص 204 برہنہ یعنی ننگا بابا کو بھی صوفی لکھا ہے۔ص 233 کلیر والے بابا 36 سال تک بلا کھائے پیئے زندہ رہے۔ص 264 گمشدہ اٹیچی صوفی صاحب کی کرامت سے برآمد ہوگئی۔ص 310 ٹرین ایک بزرگ کی وجہ سے رک گئی۔ص 344 خورشید فلک ٹھہر جا۔ایک بزرگ کی خواہش پر سورج رک گیا۔

اسی طرح بعض جگہوں پر پروف ریڈنگ کی کوتاہی دیکھی گئی ہے۔ صفحات:28، 53،61،108،149،153،312،319،321،349،362۔

اندرون صفحہ پر جہاں کتاب کی تفصیل ہے وہاں صفحات کی تعداد 637 درج ہے جب کہ کل صفحات صرف 616 ہیں۔

مجموعی اعتبار سے اچھی اور قابل قدر کوشش ہے۔

جامعہ کے لیل ونہار

مصباح الباری فلاحی، استاذ شعبہ اعلی، جامعۃ الفلاح
موبائل: 8565954119

کلیۃ البنات میں جمعیۃ الطالبات کا تحریری مسابقہ

۲؍فروری ۲۰۱۹ء بروز شنبہ جمعیۃ الطالبات کی جانب سے کلیۃ البنات نسواں میں شعبہ اعلیٰ کی طالبات کے مابین ایک تحریری مسابقہ منعقد ہوا۔ یہ مسابقہ تین گروپوں پر مشتمل تھا۔ پہلے گروپ میں عربی پنجم تا فضیلت تک کی طالبات نے شرکت کی۔ دوسرا گروپ عربی سوم و چہارم پر مشتمل تھا جبکہ تیسرا گروپ عربی اول اور دوم کی طالبات پر مشتمل تھا۔ پہلے گروپ میں مولانا مودودی علیہ الرحمہ کی کتاب ''پردہ''۔ دوسرے گروپ میں ڈاکٹر حمیداللہ صاحبؒ کی کتاب ''محمد رسول اللہؐ'' اور تیسرے گروپ میں مولانا مودودی علیہ الرحمہ کی کتاب ''تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں'' مسابقے کے لئے متعین تھی۔

اس مسابقہ میں شرکت کرنے والی طالبات کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:

گروپ (A):	عربی پنجم تا فضیلت	۷۳؍طالبات
گروپ (B):	عربی چہارم وسوم	۶۴؍طالبات
گروپ (C):	عربی اول ودوم	۷۶؍طالبات

تقسیم انعامات کی تقریب

۱۲؍فروری ۲۰۱۹ء بروز سہ شنبہ ابواللیث ہال میں جمعیۃ الطلبہ کی جانب سے تحریری

مسابقہ میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کی تقسیم انعامات کی ایک تقریب منعقد ہوئی۔ اساتذہ کرام کے بدست پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کوانعامات سے نوازا گیا۔

اختتامی کلمات مولانا عبدالعظیم فلاحی صاحب (نائب صدر مدرس) نے پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ طلبہ مسابقوں میں حصہ نہیں لیتے ہیں یہ انتہائی افسوس ناک بات ہے۔ میں طلبہ سے کئی بار کہہ چکا ہوں کہ مجھے تین خطیب ایک سال میں چاہئے جو جامعہ کی نمائندگی کر سکیں، لیکن ایسانہیں ہورہا ہے، طلبہ دلچسپی نہیں لے رہے ہیں۔

اس تحریری مسابقہ میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:

شعبہ ثانوی:

اول	(۱) معاذ دانش	ہشتم
دوم	(۲) محمد طارق	ہشتم
سوم	(۳) رہبر آزاد	حفظ ہفتم

عربی اول تا سوم:

اول	(۱) خالد فیصل	عربی سوم (ب)
دوم	(۲) سید کاشف غفار	عربی سوم (الف)
سوم	(۳) محمد منہاج	عربی دوم (الف)

عربی چہارم تا فضیلت:

(۱) عبدالرحمٰن ابوحذیفہ	عربی پنجم (ب)	اول
(۲) محمد معاذ ابوھریرہ	عربی ششم	دوم
(۳) اسماعیل حامدی	عربی پنجم (الف)	سوم

فضیلت کے طلبہ کے ہمراہ ناظم جامعہ کی ایک نشست

۲۸رفروری ۲۰۱۹ء بروز پنجشنبہ جامعہ کی مسجد میں ناظم جامعہ جناب مولانا رحمت اللہ اثری

فلاحی مدنی صاحب کی صدارت میں فضیلت کے طلبہ کے ہمراہ ایک نشست بعد نماز عشاء منعقد ہوئی۔

ناظم جامعہ نے طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مادر علمی آپ کا ہے اس کو ترقی دینا ہم سب کی ذمہ داری ہے اپنے مادر علمی میں جو لوگ کسی بھی شعبہ میں اپنی خدمات انجام دینے کے لئے تیار ہیں وہ لوگ اپنی اپنی درخواستیں جمع کردیں یہ ایک بہت ہی عظیم خدمت ہے۔اسی طرح آپ لوگوں کو جب بھی مشورہ کرنے یا دینے کی ضرورت پڑے تو بلا جھجک آپ ہمارے پاس کسی بھی وقت آسکتے ہیں ہم آپ کی ہر معقول بات کو سنیں گے اور اس پر عمل بھی کریں گے۔

نگران اعلیٰ کی تذکیر

۱۸رفروری ۲۰۱۹ء بروز دوشنبہ بعد نماز عشاء جامعہ کی مسجد میں نگران اعلیٰ جناب مولانا اظہار احمد فلاحی مدنی صاحب کی ایک مختصر تذکیر ہوئی۔مولانا نے تذکیر میں فرمایا کہ طلبہ نمازوں کی پابندی کریں دس منٹ پہلے بورڈنگ خالی کردیں اور جماعت سے پانچ منٹ پہلے لازماً مسجد پہنچ جائیں۔نماز کی اہمیت وفضیلت سے سب لوگ بخوبی واقف ہیں مسبوقین میں سے پہنچیں۔ہر نماز سے پہلے اور بعد کی سنتوں کا بھی اہتمام کریں۔مطالعہ کی عادت ڈالئے کلاس مطالعہ کر کے جایئے وقت کو منظّم کریئے،بلا ضرورت جامعہ کے باہر نہ جائیں،شدید ضرورت کے وقت ہی جامعہ سے باہر جائیں اور ضرورت پوری کر کے فوراً لوٹ آئیں۔اور اللہ سے دعا بھی کریئے۔

ہم کامیاب داعی کیسے بنیں؟

۲۲رفروری ۲۰۱۹ء بروز پنجشنبہ بعد نماز مغرب جامعہ کی مرکزی لائبریری ہال میں ایک لکچر بعنوان ''ہم کامیاب داعی کیسے بنیں؟'' منعقد ہوا۔جناب سعید احمد صاحب نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ ہم بات کیسے کریں ؟ کب ،کہاں اور کتنا بولیں۔مدتوں سوچیں اور مختصر بولیں،کامیابی حاصل کریں۔

اس پروگرام میں عربی سوم تا فضیلت کے طلبہ نے شرکت کی ۔افتتاحی کلمات جناب مولانا محمد طاہر مدنی صاحب نے انجام دیئے۔

مولانا سعود اختر فلاحی مدنی صاحب کی تذکیر

۱۱رفروری ۲۰۱۹ء بروز دوشنبہ ابواللیث ہال میں مولانا سعود اختر فلاحی مدنی صاحب کی ایک مختصر تذکیر ہوئی۔مولانا سعود اختر فلاحی صاحب کا تعارف نایب صدر مدرس جناب مولانا عبدالعظیم فلاحی صاحب نے پیش کیا۔

مولانا سعود اختر فلاحی مدنی صاحب نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ آپ جامعۃ الفلاح میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اسی جامعہ کی دین ہے کہ یہاں تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے میرا مقصد واضح ہوا۔اور میں آگے بڑھتا چلا گیا۔اس وقت یوروپ کے لوگ آگے اسلئے بڑھ گئے ہیں کیوں کہ وہ وقت کا صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں اسی طرح یوروپ کے لوگ نظام اور نظم وڈسپلن کے پابند ہوتے ہیں ۔یہ ساری تعلیمات اسلام کے اندر موجود ہیں لیکن اس کے باوجود ہم نظم وڈسپلن اور وقت کی پابندی نہیں کرتے ہیں۔اسی طرح ہم اپنے ہدف کو متعین کریں اور وہ ہے اللہ کی رضا وخوشنودی۔

جن لوگوں نے وقت کی قدر کی وہ آگے بڑھ گئے اسی کی ایک جیتی جاگتی مثال مولانا ذکی الرحمٰن غازی صاحب ہیں جنہوں نے اپنے وقت کو متعین کیا محنت کی اور اس مقام پر پہنچ گئے ۔ اس لئے آپ لوگ بھی وقت کی قدر کریں نظم کی خلاف ورزی نہ کریں اور اپنا ہدف متعین کرکے محنت کریں اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہے۔

اختتامی کلمات مولانا ذکی الرحمٰن غازی صاحب نے پیش کیے۔

متین اشرف فلاحی (علی گڑھ) کی جامعہ آمد

۲۸رفروری ۲۰۱۹ء بروز پنجشنبہ ابواللیث ہال میں ایک پروگرام S.I.O فلاح یونٹ کی جانب سے منعقد ہوا۔

برادر محمد شاداب قریشی (عربی سوم ،ب) کی تلاوت قرآن سے پروگرام کا آغاز ہوا۔محمد یاسر فہد بلالی (عربی چہارم ،الف) نے جناب متین اشرف فلاحی صاحب کا تعارف کرایا۔

متین اشرف فلاحی صاحب نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ کبھی ہم بھی یہیں طلبہ کے ساتھ بیٹھتے تھے اور اساتذہ کی باتیں سمجھنے کی کوشش کرتے تھے لیکن یہاں آپ کے سامنے میں بھی کچھ

باتیں رکھنا چاہتا ہوں۔ جامعہ میں رہتے ہوئے ہمیں جامعہ کے ذمہ داران اور اساتذہ کی باتیں سخت لگتی ہیں لیکن یہاں سے فراغت کے بعد آپ انہیں باتوں کو سوچ کر روئیں گے۔ ہمیں ناامید نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ اگر کوئی مچھلی یہ سمجھے کہ میں اڑ نہیں سکتی، تو پرندہ بھی جو اڑ تو سکتا ہے لیکن تیر نہیں سکتا، اس لیے نہ امید نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے اندر کوئی نہ کوئی صلاحیت ضرور دی ہے، بس صرف سمجھنے اور محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی شخصیت کو نکھارنے کی کوشش کیجیے۔ آپ اکیلے خود بہت کام کر سکتے ہیں۔ آپ جو کچھ بھی سیکھ رہے ہیں اسے بہتر طریقے سے سیکھیے اور حالات سے مت گھبرائیے۔ ڈسٹرب مائنڈ کے ساتھ پڑھائی مت کیجیے بلکہ فریش مائنڈ کے ساتھ تعلیم حاصل کیجیے اور اپنے علم کے ذریعے پوری سوسائٹی اور سماج کو اوپر اٹھانا ہے۔ آپ کچھ ایسا کر کے جائیے کہ دنیا آپ سے فائدہ اٹھاتی رہے۔

اختتامی کلمات نائب صدر مدرس جناب مولانا عبدالعظیم فلاحی صاحب نے پیش کیے۔

نگران اعلیٰ مولانا اظہار احمد فلاحی مدنی صاحب کی تذکیر

۵/مارچ ۲۰۱۹ء بروز سہ شنبہ بعد نماز عصر جامعہ کی مسجد میں نگران اعلیٰ جناب مولانا اظہار احمد فلاحی مدنی صاحب نے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام میں نماز بہت ہی اہم رکن ہے اس میں کوتاہی یا غفلت ناقابل برداشت ہے۔ نماز ہی ایک ایسی شئے ہے جس کے سلسلے میں حضرت محمدؐ نے سختی کرنے اور مارنے کے لئے کہا ہے۔ اس لئے نماز میں کوتاہی نہ کریں۔ اسی طرح آپ لوگ وقت کا صحیح استعمال کریں اور کلاسوں میں وقت سے پہلے پہنچیں اور ممنوع لباس آپ ہرگز نہ پہنیں۔ جامعہ کا ایک نظام ہے اس نظام کے خلاف ورزی مت کیجیے۔ اس میں ہم سب کا فائدہ ہے۔

انجمن طلبۂ قدیم ، نیپال کی مختصر روداد

نیپال میں فلاحی علماء بہت پہلے سے ہیں البتہ تعداد بہت ہی مختصر تھی جب 1977 میں انجمن طلبہ قدیم جامعہ الفلاح کا قیام ہوا تو کچھ ہی سالوں کے بعد نیپال میں بھی اس کا ایک نظم بنایا گیا البتہ جب 1997 میں انجمن بکھری اور ناخوش گوار حالات پیش آ گئے تو پھر یہاں بھی ایک طرح سے انجمن کا کام بند ہوگیا اور نظم ٹوٹ گیا۔ بعد میں جب انجمن کے صدر ملک فیصل فلاحی صاحب جن دنوں تھے تو اس وقت انجمن کے سکریٹری رضوان رفیقی صاحب نیپال تشریف لائے اور اسلامی سنگھ نیپال کا کوئی اجتماع براٹ نگر میں تھا اس موقع سے 14 دسمبر 2011 کو ایک بار پھر سے نیپال میں انجمن طلبہ قدیم تشکیل پائی نیا انتخاب ہوا اور درج ذیل احباب انجمن کے ذمہ دار طے پائے۔

سرپرست انجمن محمد الیاس خان فلاحی کپل وستو

صدر انجمن محمد حسن حبیب اللہ فلاحی سنسری

سکریٹری انجمن سراج احمد برکت اللہ فلاحی کپل وستو

اراکین شوریٰ:

1۔ عبید الرحمٰن خان فلاحی

2۔ طاہر محمود خان فلاحی

3۔ مزمل الحق فلاحی

4۔ نظر الحسن فلاحی

5۔ محمد ہاشم فلاحی

6۔تفضّل حسین فلاحی ندوی

7۔غلام رسول فلاحی۔

انجمن میں جب 2010 میں کچھ وسعت آئی اور مولانا مقبول احمد فلاحی صاحب کنوینز انتخابی کمیٹی کی نگرانی میں انتخابی عمل بڑھا اس وقت نیپال سے صرف 34 فلاحی احباب باضابطہ انجمن کے ممبر تھے اور نمائندگان کے لئے صرف دو فرد مطلوب تھے۔اس کی نتیجہ میں 11 دسمبر 2010 جو انجمن کا جو انتخاب ہوا اس میں ملک فیصل فلاحی صدر اور محمد رضوان رفیقی سکریٹری انجمن بنائے گئے۔اس انتخاب کے تقریبا ایک سال بعد پھر سے 14 دسمبر 2011 کو نیپال میں اس انجمن کا انتخاب عمل میں آیا۔

انتخاب کے بعد فلاحی احباب سے بار بار رابطہ کیا گیا،فون کیا گیا اور ان کو ممبر شپ کے لیے آمادہ کیا گیا اور کئی بھائیوں کے فارم پر کر کے مرکز ارسال کئے گئے۔

نومبر 2012 گولڈن جبلی میں نیپال سے بھی اچھی تعداد میں بھائیوں نے حصہ لیا۔اور جامعہ کو مالی تعاون بھی دیا گیا۔

اس دوران نمائندگان کے اجلاس منعقدہ 14،15 دسمبر 2013 نیپال سے دو نمائندگان سراج احمد برکت اللہ فلاحی اور عارف حسین فلاحی شریک ہوئے اور انتخابی عمل میں حصہ لیا۔نظر الحسن فلاحی صاحب مرکز کی مصروفیات کے سبب نہیں جا سکے تھے۔اسی مجلس میں رضوان احمد رفیقی صاحب صدر انجمن برائے 2014 تا 2016 منتخب ہوئے تھے۔اسی موقع سے انجمن کی جانب سے تمام ہی درجات میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کو انعامات کی تقسیم کی خصوصی مجلس ہوئی جس میں عارف حسین فلاحی کو تاثرات اور پیغام رکھنے کا موقعہ دیا گیا۔

اس کے بعد والی میقات میں 2017 تا 2019 نیپال سے نمائندگان کے لیے چار افراد منتخب کئے گئے۔واضح رہے 2011 میں صرف 34 فلاحی انجمن کے باضابطہ ممبر تھے لیکن یہاں کوششیں جاری رہیں بار بار بھائیوں سے کہا گیا توجہ دلائی گئی تو الحمدللہ 2016 کے دسمبر میں جو لسٹ مرکز سے موصول ہوئی ہے اس میں نیپال سے فلاحی ممبران کی تعداد 34 سے

بڑھ کر 68 درج تھی اور 4 نمائندگان کے لئے رائے طلب کی گئی تھی۔ درج ذیل احباب نمائندگان کے لئے منتخب ہوئے تھے۔

1۔ محمد حسن حبیب فلاحی

2۔ سراج احمد برکت اللہ فلاحی

3۔ ذوالفقار علی فلاحی

4۔ عارف حسین فلاحی

اس موقع سے انتخاب کے کنوینر صباح الدین ملک فلاحی صاحب تھے اوراس انتخاب مین نیپال سے کوئی شریک نہیں ہوسکا کیوں کہ ان ہی تاریخوں میں براٹ نگر میں جماعت کی جانب سے مرکزی پروگرام ہورہا تھا البتہ ای میل سے اراکین شوری وصدر انجمن کے لیے تمام نمائندگان نے اپنی رائے بھیجی تھی۔ اوراس بار صدر انجمن مشرف حسین صدیقی صاحب دہلی منتخب ہوئے۔

ابھی کچھ دنوں قبل جولسٹ موصول ہوئی ہے اس میں تعداد 72 ہے امید ہے کہ دسمبر 2019 میں جب نیا انتخاب ہوگا اس وقت تعداد مزید ہوگی۔ اس لیے کہ نئی میقات میں ممبرشپ کا سسٹم بالکل آسان کردیا گیا ہے اب درخواست نہیں بلکہ بذریعہ انٹرنیٹ معلومات بھیجنی ہے اور انجمن میں شامل ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ موجودہ صدر انجمن مشرف حسین صدیقی کے خط سے واضح ہے۔

اس دوران ایک موقع سیغالبا جلسہ سیرت النبیﷺ کے موقع سے ذمہ داران جامعہ جامعۃ الاصلاح الاسلامیہ بھوٹہا تشریف لائے تھے، مولانا رحمت اللہ اثری صاحب، مولانا مقبول احمد فلاحی صاحب۔ اس مناسبت سے بھی فلاحی احباب کی میٹنگ بھوٹہا میں ہوئی تھی اوراسی مجلس میں کچھ مالی تعاون جمع کرکے ارسال کیا گیا تھا۔

اس کے علاوہ بھی بعض فلاحی احباب اپنے عزیز واقارب کی تعلیم کو لے کر جامعہ جاتے رہتے ہیں ذمہ داران سے ملاقات ہوتی رہی ہے۔ زیرتعمیر انجمن ہاسٹل کے لئے مالی تعاون کی بارہا اپیل کی گئی اپنی بساط بھر بھائیوں نے اس عظیم کارخیر میں حصہ لیا۔ جس کو مرکزی انجمن کے

ذمہ داران نے سراہا۔ ابھی انجمن بلڈنگ کے تیسرے چھت کی ڈھلائی ہوچکی ہے مزید سلسلہ جاری ہے اور بہت بڑا پروجیکٹ ہے جس کو انجمن نے مکمل کرنے کا عزم کیا ہے اس موقع سے ایک بار پھر اپیل ہے کہ اس میں تعاون کا سلسلہ جاری رکھیں۔

انجمن کی کوشش رہی ہے کہ نیپال کے احباب باہم تعاون کو جاری رکھیں۔بعض مواقع پر جب کسی فلاحی ساتھی کے ساتھ کوئی حادثہ ہوا تو مالی مدد کی اپیل انجمن کی جانب سے کی گئی تو ہمارے ساتھیوں نے حصہ لیا۔تعاون دیا اور دلایا بھی۔

واضح رہے کہ اس میقات میں محمد حسن حبیب فلاحی صاحب صدر انجمن نیپال مرکزی انجمن کی شوری میں بھی الحمدللہ منتخب ہوئے ہیں اس لیے شوری کی مجلس میں بھی شریک ہوئے اور نیپال سے گویا ہم لوگوں کی نمائندگی کی۔

رضوان احمد رفیقی کی صدارت کے ایام میں جب نواں اجلاس عام مورخہ 30، 31 اکتوبر و یکم نومبر 2015 ہوا تو اس موقع سے بڑی تعداد میں نیپال سے فلاحی علماء شریک ہوئے۔سکریٹری انجمن نے انجمن حلقہ کی رپورٹ پیش کی اور نیپال کے فلاحی علماء کی خدمات کا خلاصہ بیان کیا۔تفضّل حسین فلاحی ندوی نے مذاکرہ میں حصہ کیا۔نظرالحسن فلاحی نے خطاب عام میں حصہ لیا اور اطہر علی فلاحی نے اپنے احساسات رکھے۔نمائش گاہ کے لئے جو کتابیں اور تخلیقات میسر آسکی تھیں ان کو بھیجا گیا جن کو نمائش گاہ میں جگہ ملی۔ان تفصیلات کو آج بھی انجمن کی یوٹیوب پر دیکھا جاسکتا ہے۔

حیات نو کے لئے مضامین بھیجنے پر بھی بار بار یاددلایا گیا الحمدللہ کئی بھائیوں کے مضامین حیات نو میں شائع ہوئے۔

انٹرویو محمد الیاس خان فلاحی اور غلام رسول فلاحی کا شائع ہوا۔مضامین ذوالفقار علی فلاحی، غلام رسول فلاحی اور سراج احمد برکت اللہ فلاحی کے کئی شائع ہوئے۔

حیات نو کی خریداری کے لئے کوش کی گئی ہے اس موقع سے بھائیوں سے ازسرنو درخواست ہے کہ آپ سب حیات کے مضمون نگار بھی بنیں اور خریدار بھی بنیں۔

نیپال کے فلاحی علماء سے رابطہ بڑھایا گیا اور ان کو بار بار یاددلایا گیا کہ اپنی معلومات

انجمن کے دیئے گئے معلوماتی فارم پراپ ڈیٹ کردیں۔مرکز سے جو بھی سرکلر یا میسیج آیا اس کو تمام فلاحوں تک پہنچایا گیا۔البتہ انجمن کی باضابطہ کوئی میٹنگ نہیں کی جاسکی ہے۔اس لئے کہ نیپال کی جو جغرافیائی ہیئت اور مسافت ہے اور سفر کی دشواریاں ودوریاں ہیں اس کی وجہ سے محض انجمن کے بلانا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ ہاں واٹس اپ سے روابط قائم رکھئے گئے۔ اورایک عرصہ کے کوششوں کے بعد آج یہ مجلس بلائی جاسکی ہے۔ اس کے لئے ہم انجمن کی جانب سے اپنے مہمانان اساتذہ اور ذمہ داران ضیاء العلوم نور پور نرسنگھ کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جامعہ کے سالانہ انجمن کی مناسبت سے ہمیں یہ حسین موقع میسر آیا ہے۔

اللہ ہم سب فلاحی احباب کو اپنے دینی ودعوتی مشن میں رواں دواں رکھے۔اور مادرعلمی جامعہ الفلاح کے لئے حتی المقدور مالی واخلاقی اور علمی تعاون کرتے رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی شہرہ آفاق تفسیر

تفہیم القرآن حصہ چہارم کا ہندی اڈیشن

तफ़हीमुल-कुरआन [4]

लुक़मान-अल-अहक़ाफ़

ہندی ترجمہ: مولانا نسیم احمد غازی فلاحی

بندگانِ خدا کو خدا اور اس کی کتاب قرآن حکیم سے وابستہ کرنے والی عصری اسلوب میں ہر عام وخاص طبقے کے درمیان یکساں مقبول و پسندیدہ اردو تفسیر تفہیم القرآن حصہ چہارم کا ہندی زبان میں عام فہم اور دل نشیں ترجمہ۔ ہندی اڈیشن میں 'ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی' سے لیے گئے کچھ حاشیوں کا اضافہ بھی۔

● سائز : $\frac{20 \times 30}{8}$ ● صفحات : 800 ● : 585.00 روپے

● اول:	● سائز : $\frac{20 \times 30}{8}$	● صفحات : 744	● : 375.00 روپے
● دوم:	● سائز : $\frac{20 \times 30}{8}$	● صفحات : 768	● ہدیہ : 500.00 روپے
● سوم:	● سائز : $\frac{20 \times 30}{8}$	● صفحات : 896	● ہدیہ : 580.00 روپے

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی-۲۵ | MMI PUBLISHERS

D-307,Dawat Nagar,Abul Fazl Enclave,Jamia Nagar,New Delhi-110025

Phone: 26981652,26984347 Mob: 7290092401

E-mail: info@mmipublishers.net,mmipublishers@gmail.com **Website:** www.mmipublishers.net

With best compliments from

ADHAM ALI
Managing Director

+91-9821 03 2562

Swaidan

MANPOWER CONSULTANTS

Regn. No. B0513/MUM/PER/1000+/10/8522/2009

Real Tech Park, 1013, 10th Floor, Sector 30/A
Near Vashi Railway Station, Vashi
New Mumbai-400703 (India)
Tel: +91-22-66441600, Fax: +91-22-66441688
E-mail: admin@swaidan.in
Website: www.swaidan.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Anjuman Talaba-e-Qadeem Jamiatul Falah

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح

Ref No. ....

Date ۲۷/ جنوری ۲۰۱۹ء

محترم فلاحی برادران!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ بخیر ہوں گے۔

فلاحی برادران کی تفصیلات انجمن کی ویب سائٹ پر اپ لوڈ کردی گئی ہیں لیکن ان کا موجودہ پتہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ کالم خالی چھوڑنا پڑا ہے۔

اس سے قبل فلاحی برادران سے گزارش کی گئی تھی کہ ویب سائٹ پر موجود معلوماتی فارم پر کرکے تعاون فرمائیں، الحمد للہ کچھ احباب نے اس کی طرف توجہ دی ہے، لیکن ابھی بھی ایک بڑی تعداد نے انجمن ویب سائٹ پر اپنا موجودہ پتہ درج نہیں کیا ہے۔ آپ حضرات کی سہولت کے لیے ایک فارم حیات نو میں شائع کیا جارہا ہے اسے پر کرکے ذیل میں دیے گئے انجمن کے ای میل آئی ڈی یا واٹس اپ نمبر پر ارسال کرنے کی زحمت گوارا کریں۔ یا ذیل میں دیے گئے ویب سائٹ ایڈریس پر اپنی معلومات درج فرماکر انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا تعاون فرمائیں، تاکہ فلاحیوں کو انجمن کی سرگرمیوں سے واقف کرانے میں آسانی ہو۔ اسی طرح حیات نو بھی تمام قارئین جامعہ تک پہنچانے کا کام بھی ہوسکے۔

باقی احوال لائق شکر ہیں۔ فلاحی برادران کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

والسلام

مشرف حسین صدیقی

صدر انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح

انجمن کی ویب سائٹ: www.atqjamiatulfalah.org

ای میل: atq.jamiatulfalah@gmail.com

واٹس اپ نمبر: 918010803147+

Bilariyaganj, Azamgarh, U.P. 276121

atq.jamiatulfalah@gmail.com | www.atqjamiatulfalah.org

FALAHI INFORMATION REGISTRATION FORM

Name (required) نام

Father's Name (required) ولدیت

Year of Passing Alimiyah (required) سنہ عالمیت

Year of Passing Fazeelah سنہ فضیلت

Address Correspondence عارضی پتہ

Street 1 مکان، گلی، محلہ

Street 2 پوسٹ

City شہر

State صوبہ

Country ملک

PIN/ZIP پن کوڈ

Permanent Address مستقل پتہ

Street 1 مکان، گلی، محلہ

Street 2 پوسٹ

City شہر

State صوبہ

Country ملک

PIN/ZIP Code پن کوڈ

Phone Number

Your Email (required)

Current Engagements

Achievements

دعوتی کام کے لیے اہم کتب

برادران وطن کو اسلام کا جامع تعارف کرانے، ان کی غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کو دور کرنے کے لیے
شعبۂ دعوت، جماعت اسلامی ہند کی تیار کردہ کتابوں سے ضرور استفادہ کریں۔

क्र॰सं	पुस्तक का नाम	लेखक	पृष्ठ	मूल्य*
1.	कन्या भ्रूण-हत्याः समस्या और निवारण	शोब-ए-दावत	25	16/-
2.	इस्लाम भ्रांतियों और आक्षेपों का निवारण (ग़लतफ़हमियों का इज़ाला)	मुहम्मद ज़ैनुल आबिदीन मंसूरी	64	26/-
3.	मानव-जीवन और परलोक (आख़िरत)	डॉ॰ मुहम्मद अहमद, मुहम्मद ज़ैनुल आबिदीन मंसूरी, डॉ॰ सैयद शाहिद अली	43	24/-
4.	ईशदूतत्व की धारणा विभिन्न धर्मों में (रिसालत)	डॉ॰ मुहम्मद अहमद, मुहम्मद ज़ैनुल आबिदीन मंसूरी, डॉ॰ सैयद शाहिद अली	56	26/-
5.	ईसा मसीह और मरयम क़ुरआन के दर्पण में	मुहम्मद ज़ैनुल आबिदीन मंसूरी	56	30/-
6.	इस्लाम की सार्वभौमिक शिक्षाएं	डॉ॰ फ़रहत हुसैन	28	18/-
7.	एकेश्वरवाद की मौलिक धारणा (तौहीद)	डॉ॰ फ़रहत हुसैन, डॉ॰ सैयद शाहिद अली, डॉ॰ मुहम्मद अहमद, मुहम्मद ज़ैनुल आबिदीन मंसूरी	64	30/-
8.	स्त्री और पुरुष में समानता की वास्तविकता	सादिक़ा बशीर	32	16/-
9.	इस्लामः दयालुतापूर्ण ईश्वरीय धर्म	डॉ॰ फ़रहत हुसैन	64	32/-
10.	सफलता और मुक्ति का एक ही रास्ता	मौलाना मुहम्मद फ़ारूक़ ख़ां, मुहम्मद इक़बाल मुल्ला, डॉ॰ मुहम्मद रज़िउल इस्लाम नदवी	48	24/-
11.	सर्वधर्म समभाव और इस्लाम धर्म	मौलाना मुहम्मद फ़ारूक़ ख़ां, मुहम्मद ज़ैनुल आबिदीन मंसूरी, मुहम्मद इक़बाल मुल्ला	62	30/-
12.	विशुद्ध एकेश्वरवाद	मौलाना मुहम्मद यूसुफ़ इस्लाही	47	26/-
13.	पैग़म्बर (सल्ल॰) की बातें (संकलित)	अब्दुर्रब करीमी	48	25/-
14.	सच्चाई को जानो	शोब-ए-दावत	24	15/-

ملنے کا پتہ: شعبۂ دعوت جماعت اسلامی ہند

Address: D-321, Abul Fazal Enclave, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025

9650022638 dawah.jih@gmail.com